سیرۃ الرسول

جلد پنجم

یعنے

...وانور رسول خدا امّی نبی ہاشمی مطلبی و شافع روز محشر محمد عربی

صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

...و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان...

کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے الحادی مرکز یعنی پیرس پایۂ تخت فرانس سے ایک محقق حضور انور کی نسبت حسب ذیل لکھتا ہے۔

حضرت علی جناب رسالت مآب کے اوّل پیرو آپ کے حلیہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا قد مبارک میانہ تھا۔ سر مبارک بڑا اور ریش مبارک گھنی جسم کی کاٹھی سے قوت اور توانائی نمودار تھی۔ چہرۂ مبارک بھرا ہوا اور ارغوانی رنگ تھا۔ پیشانی اور ریش مبارک کے چند سفید بالوں سے بمشکل آپ کے سنِ مبارک کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ آپ کی خصائص روحانی نے تو آپ کو تمام عالم پر فوقیت دی ہے۔ کثرت عبادت نے آپ کو فضول کلام سے متنفر کر دیا تھا اور آپ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ چہرۂ مبارک سے اعلیٰ درجہ کی نیکی نمودار تھی اور مزاج میں بے حد خلق اور انصاف تھا۔ اجنبی و دوست قوی و ضعیف ہر ایک پر آپ کی نظر برابر تھی۔ مساکین کے ساتھ آپ کو خاص محبت تھی اور جس طرح سے آپ غربا کو اُن کے افلاس کی وجہ سے ذلیل نہیں سمجھتے اُسی طرح امرا کی قدر اُن کے مال کی وجہ سے نہیں کرتے۔ آپ کو اپنے صحابہ اور ملاقاتیوں کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ صحابہ کو آپ کبھی سخت جواب نہ دیتے اور جو کوئی ملاقات کو آتا اس کی بات بے انتہا صبر و تحمل کے ساتھ سُنتے اور جب تک وہ نہ اٹھتا خود کبھی اُٹھنے کا قصد نہ فرماتے۔ اسیطرح جب کوئی حضرت سے مصافحہ کرتا تو آپ کبھی اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے جب کوئی آپ سے کسی معاملہ میں گفتگو کرتا تب بھی آپ کی یہی عادت تھی کہ خود پہلے علیحدہ نہ ہوتے۔ آپ اکثر صحابہ کی ملاقات کو تشریف لے جاتے اور اُن کی احوال پُرسی فرماتے۔ آپ اپنی بکریوں کا دودھ خود دوہتے۔ زمین پر بیٹھتے اور اپنے کپڑے اور نعلین اپنے دست مبارک سے سیتے اور پھر پہن لیتے۔ آپ ہمیشہ مساکین کو اپنے پاس جمع کرتے اور یہ لوگ اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ وہ بیچارے بے خانماں عرب تھے جن کا گھر تھا نہ ٹھکانا یہ راتوں کو مسجد نبوی میں سو رہتے اور دن کو بھی وہیں اُٹھتے بیٹھتے۔ چونکہ مسجد کا چھپر اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ انھیں اہلِ صفہ کہتے تھے۔ جس وقت حضرت کھانا کھاتے تو انھیں سے ایک دو کو اپنے ساتھ کھلاتے اور باقی کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیتے تاکہ انھیں

وہاں اذوقہ مل جائے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت نے اس جہان فانی سے بلا اس کے رحلت فرمائی کہ آپ نے ایک مرتبہ بھی نانِ جو بیں پیٹ بھر کر کھائی ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اُن ازواج کے گھروں میں جہاں آپ باری باری تشریف رکھتے تھے دو مہینے تک چولھا نہیں سلگا یعنے آپ کی غذا محض خرما اور پانی رہی ہے۔ بعض اوقات تو آپ کو بھوک کی ایسی شدت سہنی پڑی ہے کہ آپ نے پیٹ پر پتھر رکھ کر اُس پر زور سے کمر کس لی ہے۔

اِس بیان میں جو اُوپر کیا گیا دوسرے مورخین عرب کی روایات سے اس قدر اور بڑھانا چاہیئے کہ حضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی اور آپ نہایت غور پسند۔ کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا۔ اس کیساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک وصاف رکھتے تھے۔ تمام عمر اور اُس وقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوئے تھے۔ حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام کسی دوسرے سے نہیں لیا۔

حضرت میں محنت اور مشقت اُٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی اور جس درجہ آپ مستعد تھے اُسیقدر صابر و شاکر بھی تھے۔ آپ کے ایک غلام کا جو اٹھارہ سال تک آپکے پاس رہا تھا قول ہے کہ اِس مدت دراز میں اُس پر ایک مرتبہ بھی خفگی نہیں ہوئی۔ جنگ میں آپ نہایت جری تھے۔ آپ کبھی خطرے سے نہ بھاگتے لیکن اُس کے ساتھ ہی بے سبب اپنے آپکو خطرے میں نہ ڈالتے۔ آپ میں اس درجہ دوراندیشی تھی کہ وہ بے اندازہ تہوّر اور جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی ہے آپ میں نہ تھی۔

بعض مورخین کا یہ قول ہے کہ حضرت مرض صرع میں مُبتلا تھے لیکن مینے مورخین عرب کے بیان میں کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس سے اس امر کی نسبت یقینی رائے قائم کی جاسکے رواۃ معاصرین کے قول سے جن میں خود حضرت کی زوجہ عائشہ صدیقہ شامل ہیں اسیقدر معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضرت پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی جس میں چہرہ سمٹ جاتا تھا اور جسم میں رعشہ پڑجاتا اور بالآخر آپ غش کھاکر

گر پڑتے تھے باوجود اس جذبہ کے حضرت بے انتہا صائب الرائے تھے جیسا کہ اکثر مجذوب ہوا کرتے ہیں۔ فی الواقع اگر علمی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت کا شمار بھی مثل اور موجدین مذاہب جدیدہ کے مجذوبین اور وارستہ حال اشخاص میں ہونا چاہیئے۔ لیکن در اصل اس نام میں کچھ عیب نہیں ہے۔ کیونکہ مذاہب اور ادیان کے موجد اور خلایق کے پیشوا اور رہنما فلسفی اور حکیم نہیں ہوا کرتے بلکہ وہی ہوا کرتے ہیں جن میں جذبۂ قلبی اور ولولہ جبلی ہے۔ جب ہم دنیا کی تاریخ میں ایسے اشخاص کے افعال پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ انھوں نے مذہب ایجاد کئے ہیں سلطنتوں کو خاک میں ملا یا ہی ہزار ہا خلایق کو اپنا تابع فرمان بنایا ہے۔ اِن ہی کے ہاتھوں نوعِ انسانی کی ترقی اس درجہ تک ہوئی ہے اگر دنیا میں فقط عقل و فہم ہی کارگر رہتی اور جذبہ و ولولہ سے کام نہ لیا جاتا تو اس وقت دُنیا کی صورت ہی کچھ اور ہوتی۔ یہ کہنا کہ حضرت ایک دھوکے باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ وہی اوقات جذبہ و ولولہ تھے جن میں آپ کو وہ تسکین اور تقویت آجاتی تھی جس وجہ سے آپ اپنی ابتدائی مشکلات کا سامنا کر سکے۔ اصل یہ ہے کہ بلا اس کے کہ آپ کو خود اپنے اُوپر بھروسہ ہو آپ کیونکر دوسروں کی تشفی کر سکتے تھے۔ حضرت کو ہمیشہ اس کا یقین تھا کہ آپ کو جناب باری کی پوری مدد ہے اور اس اعتقاد کے سامنے کل مشکلات جو آپ کو پیش آتی تھیں بالکل ناچیز تھیں۔

جس وقت حضرت نے وفات فرمائی تو آپ کی کوششوں سے یہ بے بہا نتیجہ حاصل ہو چکا تھا کہ کل قوم عرب ایک قوم ہو گئی تھی۔ ایک مذہب پر قائم اور ایک ہی خلیفہ کے تابع فرمان تھی۔ اس امر کی تحقیق کرنا کہ آیا یہ نتیجہ وہی تھا جسے حضرت نے حاصل کرنیکی کوشش کی تھی یا نہیں بالکل فضول ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم اُن اسباب و علل سے جن سے واقعات تاریخ انسان کے سلسلے و توزیع میں آتے ہیں اِس قدر کم واقف ہیں کہ عامہ مورخین نے فرض کر لیا ہے کہ جو نتائج بڑے اشخاص کی کوششوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی ہیں جو خود اُن کے مدنظر تھے۔ لیکن بآسانی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ عام قاعدہ بالکل غلط ہے مگر اس بحث کا یہاں چھیڑنا ہمیں مطالب سے بہت دور لیجائے گا۔

خیر کچھ ہی کیوں نہو اس میں شک نہیں کہ حضرت رسالت مآب نے ملک عربستان میں وہ نتائج پیدا کر لئے جو کوئی مذہب قبل اسلام (جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں) پیدا نہ کر سکا تھا۔ حضرت نے عربوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا اور حضرت عمر کے قاصد نے جو جواب شاہ ایران کو حضرت کے احسانات کے بارہ میں دیا اس سے اس سلوک کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

وہ کہتا ہے "اے پادشاہ ہم ایسی ذلیل حالت میں تھے۔ کہ ہم میں بعض اشخاص اپنا پیٹ کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو کھا کر بھر لیتے تھے۔ بعض اپنی بیٹیوں کو اس وجہ سے مار ڈالتے تھے کہ انھیں اپنے کھانے میں شریک کرنا نہ پڑے۔ جہالت اور بت پرستی کی تاریکی میں گرفتار، بلا قانون اور بلا لگام ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن ہمارا شغل یہی تھا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو لوٹیں اور تباہ کریں۔ یہ تھی ہماری پہلی تصویر۔ لیکن اب ہم ایک نئی قوم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہم میں ایک شخص پیدا کیا ہے۔ جو خاندانی شرافت میں فہم و ادراک میں تمام عرب پر فائق ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنا نبی برحق اور رسول بنایا۔ اسی رسول کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے ہم سے کہا میں ہوں اللہ واحد صمد خالق کون و مکان میرے رحم نے تمہارے لیے ایک راہبر بھیجا ہے تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے۔ جس راہ کی وہ تمہیں ہدایت کرتا ہے وہ تمہیں اس عذاب سے بچائے گی جو میں نے آخرت میں کافروں اور گنہگاروں کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور تمہیں میرے عرش کے سامنے مقام آسائش تک پہنچاویگی" اس تعلیم نے بتدریج ہمارے دلوں پر اثر کیا اور ہم نے اپنے پیغمبر کی ہدایت کو قبول کیا ہم نے مان لیا کہ ہمارے پیغمبر کا کلام اللہ کا کلام ہے اور اُس کے احکام اللہ کے احکام ہیں۔ اور جس مذہب کی اُس نے ہمیں تعلیم کی وہی ایک سچا مذہب ہے۔ اس نے ہمارے ادراک کو چمکا دیا۔ اس نے ہماری جماعت میں اخوت پیدا کی اور ہمارے لیئے اپنی قوت خداداد سے قانون مقرر کیئے۔

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُن کے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو

ہم کہیں گے کہ حضرت رسالت مآب رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گزرے ہیں - قدیم مورخین نے تعصب مذہبی کی وجہ سے ان کاموں کی پوری وقعت نہیں کی لیکن فی زماننا خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں - موسیو بارتھیلیمی سینٹ ہیلیر جو اس زمانہ کے سربرآوردہ مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں -

حضرت رسالتمآب اپنے زمانہ کے عربوں میں سب سے زیادہ تیز فہم سب سے زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے - آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمےٰ بن گیا فقط -

علاوہ ڈاکٹر موسیو لیبان کے نہ صرف نصرانیوں بلکہ سینکڑوں ملحدوں کی شہادتیں حضور انور کی صداقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی کی نسبت موجود ہیں جن کا اعادہ یہاں غیر ضروری سمجھا جاتا ہے - کیفیت اس وقت کھلتی ہے کہ جب دنیا کے بڑے بڑے حکما، اور مصلحان قوم سے آپ کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور انور کے آگے ایک پشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے یونانی حکیم جن کی مدح میں بڑے بڑے عقلا نے قصاید موزون کئے ہیں وہ اُس روحانی مدرسہ کے جس کی بنا حضور انور نے ڈالی تھی ابجد خاں تھے - سقراط جیسے عظیم الشان حکیم کی مجنونانہ حرکتیں اور محض ایک مسئلہ تناسخ کو ثابت کرنے کے لئے شاہراہوں میں جانوروں کے کانوں میں اس کا باتیں کرنا اس کی فلسفیانہ طبیعت یا دماغ پر پوری روشنی ڈالتا ہے اسی طرح ارسطو جیسے حکیم کا محض ایک خفیف سی ناکامی پر خودکشی کرلینا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ استقامت اور اولوالعزمی کی اُنہیں ہوا تک بھی نہیں لگی تھی ان حکیموں کو چھوڑ کے اگر ان متبرک اشخاص کی زندگی پر خیال کیا جاتا ہے جنھیں آسمان سے تمغہ نبوت ملا ہوا تھا تو ایک عجیب و غریب استعجاب طبیعت پر چھا جاتا ہے اور پھر بالکل گومگو کا سا معاملہ ہو جاتا ہے - ایک بوڑھے اور متبرک بزرگ پیغمبر کا صرف اپنے ایک بچے کے گم ہونے پر رونا اور رو کے اندھا ہو جانا اور اس کے فراق میں بالکل ازخود رفتہ ہو جانا حیرت انگیز نتائج مبصر کی نگاہ میں پیدا کرتا ہے - ان حالات کو پڑھ کے

ایک شخص کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ آیا ایسی کمزور طبیعتیں دنیا کی دہواں دہار مخالفت کے مقابلہ میں خدا کے دین کی تلقین کو کیوں کر قایم رکہ سکتی ہیں نفس تلقین دین الٰہی اور طبایع انسانی پر انکا اثر یہ دو متغائر افعال ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ نسبت نہیں ہے۔ کوئی پیغمبر یا مصلح یا کوئی رشی ایسا نہیں ہوا کہ جس میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی ہوں یعنی اس نے تلقین دین الٰہی میں دنیا کی مشتملہ قوت کے مقابلہ میں ثابت قدمی بھی دکھائی اور پھر اس کی تعلیم کا اثر بھی تمام عالم کو مسخر کئے ہوئے ہے۔ ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعلیم کے اثر کا نمونہ ایک الہامی کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ اولوالعزم نبی خدا سے باتیں کرنے کسی پہاڑ پر گئے اور باتیں کرنے کے بعد واپس آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو بجائے خدائے واحد کی پرستش کے گوسالہ کی پرستش میں مبتلا پایا اس ہنگامی اثر کا جب حضور انور کی تعلیم کے اس پائیدار۔ دائمی اور مضبوط اثر سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو طبیعت ششدر رہ جاتی ہے دل ہل جاتا ہے اور کلیجہ کانپنے لگتا ہے اور بیساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے جل جلالہ وہ کون سا روز قضا تھا جو اس دوہرے یتیم بچے کے مقدس بازوؤں میں چھپا ہوا تھا جس نے اپنے ان دونوں زبردست ہاتھوں سے تمام دنیا کی عداوت انگیز مخالفت کی پروانہ کر کے کرۂ ارض کو اپنے ہاتھوں میں اوٹھالیا۔ اور علی الاعلان اس بات کا اظہار کر دیا کہ بے شک میں نہ صرف خاتم النبیین ہوں بلکہ عالم کے لیئے رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں اور یہ کرۂ ارض جو میرے ہاتھ میں ہے یہ میرا ہے اور کسی شخص میں یارا نہیں ہے کہ اس سے انکار کر سکے۔ حضور انور نے اپنی یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ظاہر کر کے انسان کی اس شرافت کا کھوج لگایا کہ جو روز ازل سے اسے مل چکی تھی اور وہ شرافت ابتدائے آفرینش عالم سے ابتک تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔ علوم جدیدہ جس شرافت کا ابتک پتہ لگا رہے ہیں وہ درحقیقت اس انسانی فضیلت کے مقابلہ میں جس کا پتہ حضور انور بتا چکے ہیں محض ایک طفل مکتب کا علم دکھا رہے ہیں۔ حضور انور نے اس بات کو دکھا دیا کہ وہ قدوسی جو مقرب بارگاہ صمدی ہیں کس طرح مثل اطاعت گزار خادموں کے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور کیا کیا خدمات ان سے عمل میں آتی ہیں

اس سے زیادہ انسان کی عظمت اور کیا ہوسکتی ہے۔ علوم جدیدہ تو ابھی یہیں تک پہنچے ہیں کہ انسان کائنات کے سرے پر کھڑا ہوا ہے مگر تیرہ سو برس ہوئے کہ غار حرا کے ایک گوشہ نشین نے اس بات کا ثبوت دیدیا کہ باعث تکمیل عالم ہی حضرت انسان ہیں جن پر یہ سچ سچ یہ فقرہ صادق آتا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دنیا میں الہامی اور غیر الہی کتابوں میں اگر کوئی کتاب ایسی ہے جس میں انسان کے حقیقی جلال کا اظہار ہوا ہو تو وہ کتاب فرقان حمید ہے بس انتہا یہ ہی کہ انسانی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان کے کل قدوسیوں سے آدم کو سجدہ کرایا گیا ہے اب اس سے زیادہ کوئی شخص انسان کی عظمت کیا بیان کرسکے گا یہاں سے اس دوھرے بے پناہ اور بے یار و مددگار یتیم بچے کا عظیم الشان جلال اور حیرت انگیز جبروت کا پتہ لگتا ہے جو در حقیقت بنی نوع انسان میں ایک باعظمت اور متبرک نفس ہے اور جس کے واقعات زندگی پڑھنے کے بعد مخالف سے مخالف شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ وہ بے شک انسانی مخلوق میں سید یعنی سردار کا مرتبہ رکھتا ہے آدم سے لے کے اس وقت تک کہ دنیا کو ہزارہا برس گزر گئے ہم تو کوئی شخص ایسا نہیں پاتے خواہ وہ اپنی زندگی میں خداوند تعالٰے کے عرش کا طواف کیوں نہ کرچکا ہو اپنی شہ زوری میں فرشتوں کے کلوں پر کیوں نہ گھونسے مار چکا ہو کہ تیرہ صدی کا سا زمانہ دراز گزرنے کے بعد اپنے روضہ مبارک کے اندر سے کروڑہا بندگان خدا کو کلمۂ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہو اور جس کے مبارک نام کا جلال اس قدر دلوں میں پر جذبہ کیفیت اور کپکپاہٹ پیدا کرتا ہے جو ایک قہار سلطان کی زندگی میں بھی اسے میسر نہ ہو اس بزرگ۔ مقدس اور پاک نفس کی سوانح عمری کی یہ پانچویں جلد چھاپ شروع ہوگی میرے خیال میں کم سے کم آپ کے واقعات زندگی کی پوری بیس جلدیں ہوں گی۔ اگر خدا تعالٰے نے عمر دی اور ساتھ ہی اس کے اس کی توفیق شامل حال رہی تو یہ بیسوں جلدیں نہایت خوش اسلوبی سے اختتام کو پہنچیں گی انشاء اللہ۔

بے ساختہ دل چاہتا ہے۔ کہ واقعات شروع کرنے سے پہلے ایک نعتیہ قصیدہ حضور میں پیش کیا جائے جو بہت ہی زبردست ہے اور مولانا جامی کا موزوں کیا ہوا ہے۔

(قصیدہ)

حق آنانئے کہ عمرے در ہوایت بودہ اند ۔۔۔ دیں زماں در ساخت قرب تو خوش آسودہ اند

حق آنا سنئے کہ راہی را کہ خود پیمودہ ۔۔۔ پائے از سر ساختہ ایشاں ہماں پیمودہ اند

حق آنانئے کہ از راہ ضلالت خلق را ۔۔۔ جز بتقویت شارع شرع تو رہ ننمودہ اند

گر گدائے بے نوا جامی عنایت وا انگیز ۔۔۔ کش عنان دل ز کف نفس و ہوا بر بودہ اند

از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز ۔۔۔ بر دل و جانش کہ از لوث گناہ آلودہ اند

محل بنیایش دہ زین رو کہ عمرے زین ہوس ۔۔۔ سر دامان چشم او خون جگر پالودہ اند

کن قبول او را طفیل آنکساں کز جست و جوے ۔۔۔ ہم تن و ہم جان براہت سودہ و آسودہ اند

باشد از یمن قبولت فارغ از خلد و جحیم
بر صراط سنت و شرع تو ماند مستقیم

ایضاً

بانگ رحیل از قافلہ برخاست خیز اے ساربان ۔۔۔ رختم بنہ بر راحلہ آہنگ رحلت کن رواں

بند شش زندانو بر کشا بہر حدے برکش نوا ۔۔۔ ساز از نوائے جانفزا بر روئے سبک بارگراں

ناقہ زالحان عرب آسودہ از رنج و تعب ۔۔۔ طے میکند با صد طرب یکروزہ رہ دریکزماں

سر قصۂ سلمی مگو تا سر شود از خوکرا و ۔۔۔ کوتہ کہ آمد پیش را و بیدائے ناپیدا کراں

تیہی بغایت پر خطر خالی ز زاد و راہبر ۔۔۔ نے در وی از جنی اثر نے در وے از انسی نشاں

جستت از سراب تو بتو بہر سے شگرف و سو بسو ۔۔۔ صد کشتی از ناقہ درو جاری شدہ بے بادباں

بستہ بہر یک محملے بنشستہ در وی مبتلے ۔۔۔ وز بے حدے کن ہیدلے خوش لہجہ و شیریں زباں

من ہم بفقر و فاقہ خوش در خیل ایشان ناقہ کش ۔۔۔ ناقہ کش آما ناقہ وش باشد بدست دل عناں

نے ہیچ جا منزل مرا نے دل بکس مائل مرا ۔۔۔ من ناقہ را و دل مرا سوئے حریم دل کشاں

یا رب مدینہ است این حرم کز خاکش آید بوئے جان
با ساحت باغ ارم یا عرصۂ روض الجنان

بادش نسیم مشکسا آبش زلال جان فزا — خاکش بود کحل جلا در دیدۂ اہل عیان
چون کعبہ آمد قبلہ گہ بر طائفان بکشادہ رہ — ہر سنگ او سنگ سیہ ہر گنج نامش نا دوان
جانہا قدم کردہ ز سر بہر طوافش رہ سپر — فرشش مطافش کردہ پر مرغانِ عرشی آشیان
خرم از ان باران و نم کاید ز صحرائے قدم — رویاند از خاک و زم گلہائے حسن جاودان
گلہائے حسن معنوی عشق کہن را تازگی — گر شمہ زان بشنوی چون بلبل آئی در فغان
حسنیکہ بر مہ تافتہ مہ جیب خود بشگافتہ — در جنت از وے یافتہ سرمایۂ خیرات حسان
سرچشمۂ آن حسن اگر خواہی کہ یابی زود تر — تا روضۂ خیر البشر مرکب ہمت کن روان
سلطان اقلیم وفا شاہِ سریرِ اصطفا — سردفترِ صدق و صفا سرمایۂ امن و امان
دریائے امکان و قدم بودند در طغیان بہم — او در میان شان از کرم شد برزخ لا یبغیان
بحر ست جان انورش ساحل لب جان پرورش — باشد طفیل گوہرش محصول کان کن فکان
قرآن کہ با آی و سور وارد ز اعجازش اثر — از مثل آن عاجز شمر فکرِ ہمہ اہل بیان
ہر حرف از ان خوش زمزمہ شد بہر تلقین ہمہ — سر ازل را ترجمہ راز ابد را ترجمان
زر شک آن بگسیختہ بر خاک خذلان ریختہ — نظمے کہ بود آویختہ در کعبہ بہرِ امتحان
بیساخت روشن راہ را دعوت کنان بدخواہ را — بشکست قرص ماہ را بر گوشۂ این گردِ خوان
روزیکہ با خلق وغا شد لطف او برہان نما — الزام حجت را حصا شد در کفش تسبیح خوان
حنانہ آمد در حنین از فرقت آن نازنین — آندم کہ شد منبر نشین بر سامعان گوہر فشان
اشجار را بہرِ کنف آوازہ داد از ہر طرف — پیشش ز دندانہ دو صف شد در قفای صف نہان
شد پیش اعدا از کرم زد پیش او از حال سم — بز غالۂ مسموم دم کز وے نیالاید دہان
شد بر درِ غار محن بہر عناکب پردہ تن — تا از حسود تیرہ فن بر جانِ او ناید زیان
بر زعم بدخواہانِ دین شد پیش تیر و تیغ کین — چون بیضہ ہائے آہنین بیض حمامش پاسبان
با فرقہ از دین بری در معنیٔ پیغمبری — چون زد دم از دعوی گری شد مثبت نسبت بدان

میشد بوفق رائے او درره کمیں مولائے او — در سجده پیش پائے او بنہاده سر شیر ژیاں
کف بر بزی کش از کبر پستاں نبود از شیر تر — مالیده و شد شیر تر پستانش از میش جواں
زاںناک طعامے در دمے اطعام کرده عالمے — واں طعمہ بے بیش و کم باقی بجایش ہمچناں
صد تشنہ بے آب رو بود از کف آداب جو — از فرجہ انگشت او شد آب جوشاں چشمہ ساں
ہیرفت یارش تیره شب دادش بکف چوبی عجب — شد چوب شمع بے لہب یا خود چراغ بی دخاں
سایہ نبودش ہمچو خور دیں طرفہ تر کاندر سفر — از تاب خور بالائے سر بود از سحابش سایہ باں
در حرب خصم بدنہاد ایزد وپئے دفع فساد — از مارمیش تیر داد از قاب قوسینش کماں
ہرگہ نہاده پا بروں از تنگہائے چند و چوں — یک گام او بوده فزوں از عرصہ کون و مکاں
آں شب کہ میزد از حرم بر مسجد اقصے علم — میراند تا ملک قدم یکران ہمت زیر راں
میشد قرین جان و تن تا بارگاه ذوالمنن — نے جان رہین ما و من نے تن اسیر خاکداں
گفتش بگوش ہوش ور اسرار غیبی سربسر — داناۓ بے فکر و نظر گویاۓ بے کام و زباں
بر امت گستاخ وے گرد و بساط لطف طے — گر ننہد آں فرخندہ پے پاے شفاعت درمیاں
از رفتگاری خفتہ خوش تا کے حشر گرد و پرده کش — تا طلعت خورشید وش ننماید از پرده عیاں
ہر خرق عادت کاو بیا بر خلق عالم در ملا — ظاہر کند آنرا جدا از معجزاتِ او بداں
اوصاف بیش از حد بیروں بود از حد وعد — حاشا کہ در عمر ابد ظاہر شود ایں داستاں
نبود درین دیر کہن از نعت او خوشتر سخن — زیں نکتہ جامی بس مکن تا تاب وارسی تواں

نعتش ز بس فرخندگی جاں را دہد پایندگی
ہست آں زلال زندگی می باش از آں رطب اللساں

پہلا باب

تکمیل عہد نامہ کے بعد

حدیبیہ کے عہد نامہ کا کچھ ایسا اچھا اثر پڑا کہ بہت سے قریش یکے بعد دیگرے مدینہ

میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سب سے مشہور واقعہ ابوبصیر کا ہے جو مکہ سے بھاگ کے سات دن پیادہ پا منزل قطع کر کے مدینہ میں پہنچا۔ اس کے سرپرستوں یا محافظوں یعنی اخنس بن شریق اور ازہر بن عبد عوف نے ایک خط حضور انور کی خدمت میں ارسال کیا قاصد کا نام کوثر تھا جو بنی عامر کے خاندان سے تھا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ (یعنی حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) عہد نامہ حدیبیہ کے مطابق ابوبصیر کو مکہ واپس بھیجدیں۔ حضور انور نے ابوبصیر کو بلا کے کہا کہ تم مکہ چلے جاؤ ابوبصیر نے اس پر عرض کیا کہ آپ مجھے مشرکوں کی طرف بھیجتے ہیں جو مجھے مختلف بلاؤں میں پھنسا دیں گے۔ اور مجھے تکلیف دیں گے آپ نے اس پر یہ فرمایا قد علمت انا اعطینا القوم عہدا ولا یصلح فی الدین بی العذری" یعنے تو جانتا ہے۔ کہ ہم نے قریشیوں کے ساتھ عہد کیا ہے۔ اور ہم کبھی عہد شکنی نہیں کریں گے ابوبصیر تو اس بات کو سمجھ لے کہ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ خداوند تعالےٰ تجھے اور ان لوگوں کو جو مسلمان ہو کر قریشیوں کی قید میں ہیں بہت جلد خلاصی دے گا۔ اس کے بعد صحابہ نے بھی ہر طرح سے ابوبصیر کی دلداری کی غرض دو شخص جو اس کو لینے کے لئے آئے تھے اسے پکڑ کے مکہ لے چلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو کچھ دیر قیام کیا۔ ابوبصیر نے مسجد میں جا کے دو رکعت نماز کی پڑھیں اور پھر کھانا کھانے لگا اور ان دو مشرکوں سے جو اُسے گرفتار کئے ہوئے مکہ لئے جاتے تھے کھانے کی صلاح کی اُنھوں نے انکار کیا کہ ہم تیرے ساتھ کھانا نہیں کھاتے ابوبصیر نے کہا تم انکار کیوں کرتے ہو اگر تمہارے پاس کھانا ہوتا اور تم میری صلاح کرتے تو میں ضرور کھا لیتا اخیر وہ دونو اپنا اپنا کھانا کھول کے ابوبصیر کے ساتھ کھانے ہو بیٹھے ابوبصیر نے کھاتے وقت عامری سے کہا کہ ذرا تم اپنی تلوار دکھانا دیکھوں کیسی ہے عامری نے تلوار میان سے نکال کے کہا کہ یہ تلوار حقیقت میں لاثانی ہے اور میں کئی بار اس کا تجربہ کر چکا ہوں ابوبصیر نے کہا ذرا میرے ہاتھ میں تو دو میں اسے اچھی طرح سے دیکھوں۔ کوثر نے وہ تلوار اس کے ہاتھ میں دیدی اس نے فوراً کوثر کی گردن اڑا دی کوثر کا دوسرا ساتھی

وہاں سے پریشان اُٹھ کے مدینہ کی طرف بھاگا ابوبصیر بھی خون آلود تلوار لیکے اُس کے پیچھے لپکا۔ مشرک سیدھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح ابوبصیر نے کوثر کو مار ڈالا کہ اتنے میں ابوبصیر بھی حضور انور کی خدمت میں جا پہنچا اور اس سارے واقعہ کی تصدیق کی اور عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے عہدنامہ کو پورا کر لیا کہ مجھے مشرکوں کے حوالہ کر دیا۔ مگر خداوند تعالےٰ نے مجھے اُن سے رہائی دلوادی اب میری یہاں موجودگی عہد شکنی کا باعث نہیں ہو سکتی" حضور انور نے اس کا کچھ جواب ابوبصیر کو نہیں دیا حضور انور نے صرف اس قدر فرمایا ابوبصیر بھی عجب جنگجو شخص ہے اس پر سر ولیم میور متوفی اعتراض کرتا ہے کہ حضور انور نے ابوبصیر کو جرأت دی حالانکہ اُس کا اعتراض قابل التفات نہیں ہے۔ ایسی حالت میں قدرتی طور پر ہر شخص کے مونہ سے نکلجاتا ہے۔ اِس کے معنی جرأت دلانے کے نہیں ہوا کرتے۔ اگر حضور انور کو ابوبصیر کا یہ فعل اچھا معلوم ہوتا تو آپ اُسے مدینہ میں ضرور ٹھیرا لیتے اور قریشوں کی مشتملہ قوت بھی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتی تھی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اسی لئے ابوبصیر موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اُس کے مقام غیض میں جو کنارہ دریا پہ واقع تھا آکے پناہ لی۔ وہ مسلمان جو مکہ میں مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیف اُٹھا رہے تھے فرداً فرداً ابوبصیر کے پاس آکے جمع ہو گئے رفتہ رفتہ اِن فراریوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ ستر اسّی کے قریب ہو گئے چونکہ وہ قریشوں کے بہت ستائے تھے اُن سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے اور قریشوں کے ہر قافلہ پر جو اُدھر سے گزرتا تھا انھوں نے حملہ کرنا شروع کیا جب قریش بہت تنگ ہو گئے تو انھوں نے ناچار ابوسفیان بن حرب کو حضور انور کی خدمت میں بھیجا کہ ایک نئے عہدنامہ کی ترتیب دے۔ ابوسفیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسنے عرض کیا کہ میں قریشوں کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں قریش یہ کہتے ہیں کہ ہم عہدنامہ کی اس شرط سے باز آئے جس میں پناہ گزین کی واپسی کے متعلق لکھا ہوا ہے اب ہم حضور سے یہ عہد نامہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں بھاگ کے چلا آئے تو اسی

ہم واپس نہیں لینے کے حضور انور نے قریشیوں کے سفیر کا یہ معروضہ قبول کر لیا اور فوراً ابو بصیر کو ایک خط لکھا کہ تو اپنے ہمراہیوں کو لیکے مدینہ میں چلا آ۔ یہ خط ابو بصیر کو اس وقت پہنچا کہ جب وہ قریب مرگ تھا اُس نے اس سکرات اور جانکنی کی حالت میں حضور انور کا وہ خط لیکے اپنی آنکھوں سے ملا اور رونے لگا کہ مجھے اب حضور انور کی زیارت نہیں ہونے کی۔ چنانچہ وہ خط اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا کہ اس کی روح پاک نے اُس کے جسم خاکی سے ہمیشہ کے لئے مفارقت کی۔ ابو جندل وغیرہ اُس کی تجہیز و تکفین کر کے مدینہ واپس چلے آئے۔ اُس کے بعد ایک عورت مکہ سے بھاگ کے مدینہ چلی آئی۔ اُس کے بھائی اُس عورت کے پیچھے پیچھے آئے اور حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ عورت ہمیں واپس ملنی چاہئے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ اوّل تو جدید معاہدہ کی رو سے یہ عورت تمہیں نہیں مل سکتی اس کے علاوہ جب یہ عورت سچے دل سے مسلمان ہو گئی ہے تو کسی طرح بھی ایک مشرک شوہر سے اس کا تعلق نہیں رہ سکتا۔ اس کا فیصلہ خداوند تعالےٰ کر چکا ہے۔ جیسا کہ پارہ ۲۸۔ سورۃ ۶۰ میں خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے مسلمانوں جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم (اپنے اطمینان کے لئے) اُن (کے ایمان) کی آزمائش کر لو اللہ اُن کے ایمان سے خوب واقف ہے پس اگر تم اُنھیں مسلمان سمجھو تو اُنھیں (پھر) کافروں کی طرف واپس نہ کرو (کیونکہ اب) نہ وہ (عورتیں) اُن (کافروں) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) اُن (عورتوں) کیلئے حلال ہیں اور جو کچھ اُنکے شوہروں نے (اُن پر) خرچ کیا ہو اُنکو دیدو اور تم پر کچھ گناہ نہیں اِس میں کہ تم اُن سے نکاح کر لو جبکہ اُن کے مہر دیدو اور کافر عورتوں کی عصمت کو روکو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (اُن سے) مانگ لو۔

یا یہا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنٰت مہاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموھن مومنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لہم ولا ھم یحلون لہن و آتوھم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا آتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر وسئلوا ما انفقتم۔

اور چاہیئے کہ مشرکوں نے جو کچھ (مسلمان عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں یہی اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان میں فیصل کرتا ہے اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ اگر تمہاری کچھ بی بیان (مرتد ہو کر) کافروں کے پاس چلی جائیں پھر (جب) تم (کافروں سے) عوض لے لو تو جن لوگوں کی بی بیاں گئی ہیں جو کچھ انھوں نے (اپنی بی بیوں پر) خرچ کیا تھا اُس کے برابر انھیں دیدو اور اُس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اے نبی جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں حاضر ہوں تاکہ تم سے اِس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان ظاہر کریں گی جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے بنائیں اور نہ کسی اچھے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تم اُن سے بیعت لیلو اور اُن کے لئے استغفار کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ولیسئلوا ما انفقوا ذالکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم ۔ وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون یایھا النبی اذا جاءک المومنٰت یبایعنک علیٰ ان لایشرکن باللہ شیئاً ولایسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولایاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولایعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ط ان اللہ غفور رحیم ۔

حضور انور کی ہجرت کے چھٹے سال سب سے اخیر اور سب سے مشہور واقعہ حدیبیہ کا ہے مگر اِس سال کے ختم ہونے پر اور بھی زیادہ ایک مشہور اور زبردست بات یہ پیدا ہوئی کہ حضور انور کی طرف سے شاہان زمانہ کو مذہب اسلام کی دعوت کے خطوط بھیجے گئے اسلام کے اصول قدم بقدم مگر نہایت مضبوطی کے ساتھ ذہن میں پھیلتے جاتے تھے۔ مگر غیر مذاہب کے ساتھ برابر رواداری برتی جاری تھی چنانچہ نصرانی اور یہود اپنی مذہبی فرایض کی انجام دہی میں بالکل آزاد تھے ہاں یہ بات ضرور تھی کہ انہیں اس حفاظت کا جو مسلمان نگی کرتے تھے معاوضہ دینا پڑتا تھا۔ ہمسایہ بادشاہوں کی

حضورؐ کے دعوتِ اسلام کرنے کے خیال پر سر ولیم میور متوفی نے بہت ہی زہر اُگلا ہے
اِس کا بیان ہے کہ وہ شخص جو بارہ مہینے پہلے مدینہ میں بمشکل اپنی حالت سنبھال سکتا ہو اور
جو شخص بے نیل و مرام مکہ کے قرب و جوار سے بغیر حج کئے مجبوراً واپس چلا آیا ہو آج
وہ روحانی یا سیاسی برتری کا مصر ۔ حبش ۔ شام ۔ سلطنت مشرقی اور سلطنت ایران
پر خواب دیکھتا ہو میور صاحب کی محض خام خیالی اور تاریک تعصب ہے اگر وہ ان
کے ہمخیال ذرا بھی اس حالت کی غیر معمولی تبدیلی پر خیال کریں گے تو انھیں معلوم ہو گا
کہ جو پاک نفس بکلیۃً ایسی بے بسانہ حالت سے تمام دو بہائے عظام پر اپنے کو برتر
خیال کرنے لگے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ بہت قریب زمانہ میں میری تعلیم
ان تمام ممالک میں احاطہ کر لی گی اس پاک اور اولوالعزم انسان کے خدا کی طرف سے
ہونے میں پھر مطلق شبہہ نہیں رہتا ۔ پھر میور لکھتا ہے کہ پیغمبر عرب نے نہایت دانائی
اور ہوشیاری سے اپنے ہمسایہ سلطنتوں کی خراب حالت کو اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا
اور اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ یہ متزلزل سلطنتیں بہت جلد مٹ جائیں گی کیونکہ سلطنت
مشرقی وحشیوں کے پے در پے حملوں سے بالکل شکستہ ہو گئی تھی اور اسی طرح سی طولانی
لڑائیوں نے سلطنت ایران کا بھر کس نکال دیا تھا ۔ اب رہا مسیحی چرچ اسکی بھی
ناگفتہ بہ حالت تھی مختلف عقائد کے لوگ پیدا ہونے لگے تھے اور عیسائیوں میں دھڑے
بندیاں ہونے لگی تھیں حضور انور نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس پاک او صاف اور سیدھے
سادے مذہب کا ایک حملہ ان سب کمزوریوں کو جڑ سے اکھیڑ کے پھینک دیگا صداقت
کا زبردست دعویٰ قطعی فتح دیگا ۔ میور کا بیان ہے کہ اس عاقلانہ خیال سے آنحضرت
نے قیصر ۔ کسریٰ ۔ حبش ۔ مصر شام اور یمامہ کو دعوت اسلام کرنے کا ارادہ کیا تھا اس
ارادہ پر آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ شاہانِ زمانہ جب تک کسی کاغذ پر مہر نہ
لگی ہوئی ہو اُسے نہیں لیتے اسی بنا پر حضور انور نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوا لی
اور ایک مہر بنوا کے اس میں نصب کروائی اور چھ سربمہر خطوط شاہان مذکور کو
لکھے گئے اور مختلف قاصدوں کے ہاتھ وہ خطوط روانہ کئے گئے جسکا مفصل بیان آگے باب میں آتا ہے

دوسرا باب ۲

حضور انور کی دعوت اسلام مختلف سلاطین کو

۷ سنہ ہجری مطابق ۶۲۸ء

سر ولیم میور متوفی نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ حضور انور کی کامیابی کا بڑا سبب یہ ہے کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں روزمرہ کے جنگ وجدال سے مضمحل ہو گئی تھیں اور اُن کا کچومر نکل گیا تھا چنانچہ وہ اپنی کتاب لائف آف محمدؐ جلد چار صفحہ ۴۹ سے لکھتا ہے "اس وقت سے جب سے کہ حضور انور کو پیغمبری کا مرتبہ ملا تھا کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں غیر منقطع جنگ وجدال میں مبتلا تھیں ۶۱۱ء میں ایرانیوں نے بڑی نمایاں فتح رومیوں پر حاصل کی تھی شام۔ مصر۔ ایشیاء کوچک تہ وبالا کر دیئے گئے تھے اخیر ہرقل اپنی اس سر خوشانہ نیند سے جاگا جس وقت حضور انور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سلطنت مشرقی کا شہنشاہ حملہ آوروں کو ایشیاء کوچک سے نکال رہا تھا اور دوسرے حملہ میں جو ۳ سنہ ہجری سے ۴ سنہ ہجری تک ہوتا رہا ایران کے جگر میں گھس گیا تھا تین سال کی لگاتار کوشش سے اُس نے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لی یہ وہ وقت تھا کہ جب قریش حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا وجہ ستا رہے تھے مگر جولائی ۶۲۶ء میں پھر ایرانیوں نے ایک طرارہ بھرا اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب حضور انور غزوہ خندق میں موجود تھے یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ جب ابو سفیان قریشوں کو ساتھ لیکے مدینہ کی نواح سے بھاگا ہے اسی وقت اور اُن ہی تاریخوں میں ایرانی محاصرہ کو توڑ کر اپنے ملک کی طرف آ گئے تھے تیسرے حملہ میں ہرقل کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور یکم دسمبر ۶۲۷ء میں اس نے نینوا پر ایک بڑی فتح ایرانیوں پر حاصل کی اس جنگ میں ایرانیوں کی فوجوں کا بڑا حصہ پارہ پارہ کر دیا گیا تھا اور بقیۃ السیف پریشان ہو کے اِدھر اُدھر تتر بتر ہو گیا تھا ۲۹ دسمبر کو کسریٰ اپنے پایۂ تخت سے بھاگ گیا

اور ۶۲۸ء میں فروری کے ختم ہونے پر اس کے بیٹے خسرو نے اسے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا اور ہرقل سے عہد نامہ کر لیا اس وقت حضور انور حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے اور سرداران مکہ سے عہد و پیمان کر رہے تھے۔

اسی سال کے موسم سرما میں ہرقل اس فتح کا شکر کرنے کے لئے پاپیادہ اڈیسہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے بطور نذرانہ کے اس صلیب کو بیت المقدس پر چڑھایا جو ایرانیوں سے اس نے واپس لی تھی۔ اس مذہبی رسم کے پورا کرنے کے بعد جب وہ اپنے پایۂ تخت کی طرف جا رہا تھا تو اثنار سفر میں ایک خط حضور انور کا اس کے آگے پیش کیا گیا یہ خط اس کا ایک گورنر لایا تھا جسے ایک عرب سردار نے دیا تھا اس خط میں حضور انور کی مہر نیچے لگی ہوئی تھی اس کا مضمون یہ تھا کہ محمد پیغمبر خدا کی طرف سے ہرقل والئے روم کو معلوم ہو کہ وہ عیسےٰ اور اسکی ماں اور بتوں کی پرستش سے توبہ کرے اور خدائے برتر و بزرگ کی پرستش کرنے لگے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ خط واپس کر دیا گیا یا ہرقل نے اپنے پاس رکھ لیا اس کے متعلق کوئی تحقیق نہیں ہے اس کے ایک عرصہ کے بعد اسی مضمون کا ایک خط جس پر یہی مہر ثبت تھی ہرقل کے دربار میں پہنچا یہ اصل میں حارث ہفتم ابوشمیر کے بیٹے نبی غسان کے شاہزادہ کے نام تھا جس نے براہ راست اپنے شہنشاہ کو بھیج دیا تھا اور ایک عریضہ بھی اسکے ساتھ بھیجا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو مدینہ کو تاخت و تاراج کر دوں اور اس شخص کو جس نے نبوت کا (معاذ اللہ) جھوٹا دعویٰ کیا ہے گرفتار کر کے پیش کر دوں ہرقل نے اپنے اس گورنر کی درخواست کو منظور نہیں کیا کیونکہ حضور انور کی کامیابی کی خبریں اسے پے در پے پہنچ چکی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ ایسی حالت میں حضور انور سے ہاتھ ملانا اس کے لئے مصیبت ناک ہے اس نے اپنے گورنر کو لکھا کہ تو بیت المقدس میں حاضر ہو چنانچہ وہ بیت المقدس میں گیا شہنشاہ نے اس سے کہا کہ رب ایک تا ایک خط ہے وہ جو شخص چھپا ہوا ہے وہ ایک بے حقیقت اب ہے وہ اسی خط میں خود ہی مٹ کر رہ جائے گا۔

ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ ہم اسے چھیڑیں کیونکہ خداوند مسیح اور اس کی ماں مریم کے طفیل سے ہمیں یہ عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے ہم ایک بے سود جنگ میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ پھر ایک مراسلہ شاہ ایران کے دربار میں پہنچا جس وقت اس مراسلہ کو بدیدہ شاہ ایران خسرو نے دیکھا پھاڑ کے پھینکدیا جب حضور انور کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہ دعا کی۔" اے مالک اسی طرح اس کے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے" خسرو پے در پے حضور انور کی کامیابیوں کی خبریں سنتا تھا اور اسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کے پیرو شامی سرحد تک پہ حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ان خبروں کی تصدیق کے لئے اس نے اپنے گورنر یمن کو حکم دیا کہ دو قابل شخص مدینہ بھیجے جائیں تاکہ کل باتوں کی تصدیق کر سکے یمین بازان نے اپنے شہنشاہ کے حکم کے بموجب ایک مراسلہ دو آدمیوں کے ہاتھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا اُن آدمیوں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے حضور انور کو یہ خبر آ چکی تھی کہ خسرو قتل کر ڈالا گیا اور تخت سے اُتار دیا گیا جس وقت بازان کے دونوں معتمد حضور انور کی خدمت میں پیش ہوئے ہیں اور آپ کے آگے بازان گورنر یمن کے خط کا مضمون پڑھا گیا ہے تو آپ مسکرانے لگے اور قاصدوں سے کہا کہ میں تمہیں دعوت اسلام کرتا ہوں پھر آپنے خسرو کے قتل کی خبر بھی اُنسے بیان کی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کا بیٹا تخت نشین ہو گیا ہے۔ حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ خط پانچ حکمرانوں کے نام مختلف اشخاص کے ذریعہ سے بھیجے اِن کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے جو خط کہ شاہ حبش نجاشی کو بھیجا گیا تھا وہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور ہرقل شاہ سلطنت مشرقی کے نام وحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور خسرو پرویز کے نام عبداللہ بن حذافہ سہمی خط لے کے گئے تھے اور مقوقس والی اسکندریہ کے نام حاطب بن بلتعہ کے ہاتھ خط روانہ کیا گیا تھا اور گورنر شام حارث بن ابی شمر نامی کے نام شجاع بن وہب اسدی نامہ لے کے گئے تھے اور یمامہ کے حاکم ہوذہ حنفی نامی کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ خط بھیجا گیا تھا۔ اب مفصل کیفیت پہلے خط کے نتیجہ کی لکھی جاتی ہے۔ جس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک عمرو بن امیہ ضمری نے نجاشی کے آگے پیش کیا اس نے

نہایت ادب سے اُس نامہ کو لیا۔ تخت سے نیچے اتر آیا اور جب نیچے بیٹھ گیا تو
اپنے وزیر کو وہ نامہ دیا کہ اس کو پڑھو جب خط پڑھا گیا تو شاہ پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا
اُس خط میں اوّل خدا و ند تعالے کی تعریف تھی پھر عیسے بن مریم کی نسبت چند کلمات
تھے اور اخیر میں نجاشی سے چاہا گیا تھا کہ وہ اسلام کو قبول کرے تاکہ دین اور دنیا کی فلاح
اُسے حاصل ہو۔ مسلمان مورخوں کا اُس پر اتفاق ہے۔ کہ نجاشی فوراً مسلمان ہو گیا تھا
اور اسی وجہ سے جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی
اطلاع ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ میں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جس سے
نجاشی کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض مورخون کا یہ بھی بیان ہے کہ بعض ان
مسلمانوں نے جو نجاشی کے ایمان سے واقفیت نہ رکھتے تھے باہم یہ سرگوشی کی کہ
غیر مسلم کی نماز جنازہ کیون کر پڑھی گئی۔ مگر جب حضور انور نے انھیں آگاہ کر دیا تو انھین
اطمینان ہو گیا۔
اب سنئے دحیہ کلبی کی کیفیت وہ حضور انور کے حکم بموجب پہلے حاکم بصرہ کے پاس گئے
اور اُس سے کہا کہ ایک آدمی ایسا ان کے ساتھ کر دے جو ہرقل تک انھیں پہنچا دے
اس وقت بصرہ کا حاکم حمص میں تھا چنانچہ آپ نے حمص میں جا کر اس سے گفتگو کی۔
بصرے کے حاکم نے دحیہ کلبی کی درخواست کو منظور کر لیا اور اپنا ایک معتمد آپ کے
ہمراہ کر دیا کہ وہ بیت المقدس میں ہرقل شاہ سلطنت مشرقی کے پاس لیجائے کیون کہ
جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس وقت بیت المقدس میں ہرقل آیا ہوا تھا۔ بعض مورخون کا
یہ بیان ہے کہ حضور انور کا نامہ پہنچنے سے پہلے ہرقل نے ایک خواب دیکھا تھا کہ لوگ
بیت المقدس پر چاروں طرف سے دھاوا کر رہے ہیں۔ سلطنت مشرقی کا بادشاہ اس
خواب سے پریشان و ملول تھا۔ اس نے اپنے اراکین سلطنت سے اس خواب
کو بیان کر کے اپنی دلگیری ظاہر کی انھوں نے کہا کہ سوائے یہودیوں کے اور کوئی قوم
ہمارے خیال میں نہیں ہے اس کی آسان ترکیب یہ ہے تمام صوبوں کے گورنروں کے
پاس حکم بھیجا جائے کہ جس قدر یہودی ان کے صوبوں میں آباد ہوں ان کی کامل

طور سے نگرانی رکھی جائے کہ اسی اثنا میں شاہ کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے گورنر بصرہ کا ایک معتمد ایک عرب کو ساتھ لے کے آیا ہے اور وہ عرب اُس شخص کا قاصد ہے جس نے حجاز عرب میں نبوت کا دعوے کیا ہے۔ شاہ نے حکم دیا کہ عرب پیش کیا جائے نامہ دیکھنے سے پہلے وحیہ کلبی سے سوال کیا گیا کہ مفصل کیفیت بیان کرے وحیہ کلبی نے یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو نبوت کا دعوے کرتا ہے اس کے اس دعوے کی بکثرت لوگوں نے تصدیق کی ہے اُس کی اطاعت پر سب نے گردنیں خم کر دیں۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اُس پہ حملہ کیا انھیں زک ملی اور وہ پے درپے ذلتیں اُٹھاتے رہے۔

ایک معتبر روایت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب وحیہ کلبی بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو اُن سے درخواست کی گئی کہ شاہ کے آگے سجدہ کرے جیسا کہ وہاں کا دستور تھا مگر وحیہ کلبی نے بڑے زور سے یہ کہا کہ ہم لوگ غیر خدا کو سجدہ نہیں کیا کرتے اس قول سے علم حاضرین دربار پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی اور شاہ نے اس کے بعد سجدہ پر کچھ اصرار نہیں کیا نامہ ہاتھ سے لیلیا اور یہ دیکھ کے کہ یہ عربی میں لکھا ہوا ہے ایک ترجمان کو طلب کیا اور اس سے پڑھوایا گیا۔ نامہ میں سوائے خداوند تعالےٰ کی حمد و ثنا اور دعوت اسلام کے کچھ نہیں تھا۔ قیصر نے نامہ کا مضمون سُنکے اپنے اراکین دولت سے یہ فرمایا کہ بیت المقدس میں حجاز عرب کے رہنے والے بھی تو بہت سے لوگ ہوں گے۔ اُن میں سے بعض کو طلب کیا جائے تاکہ میں اُس شخص کی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مفصل کیفیت ان سے سُنوں حکم ہوتے ہی فوراً سپاہی دوڑ گئے معلوم ہوا کہ ابو سفیان بن حرب بہت سے قریشیوں کے ساتھ بغرض تجارت آجکل اس نواح میں موجود ہے۔ چنانچہ وہ بلایا گیا اور اُس سے سُوالات کیے گئے۔ اس سوال وجواب کی کیفیت بخاری نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھی ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابو سفیان بن حرب نے ابن عباس سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے اُن کے پاس ایک آدمی بھیجا (اور وہ) قریش کے سواروں میں (اس وقت بیٹھے ہوئے تھے) اور

وہ لوگ شام میں تاجر (بنکر گئے) تھے (اور یہ واقعہ) اُس زمانہ میں (ہوا ہے) جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان اور (نیز دیگر) کفار قریش سے ایک محدود عہد کیا تھا۔ غرض سب قریش ہرقل کے پاس آئے اور یہ لوگ (اس وقت) ایلیا میں تھے تو ہرقل نے اُن کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس کے گرد سرداران روم (بیٹھے ہوئے) تھے پھر ان (سب قریشوں) کو اُس نے (اپنے قریب) بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور (قریشوں سے مخاطب ہوکر) کہا کہ تم میں سب سے زیادہ اُس شخص کا قریب النسب کون ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے ابو سفیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں اُن سب سے زیادہ (اُن کا) قریب النسب ہوں (یہ سُنکر) ہرقل نے کہا کہ ابو سفیان کو میرے قریب کردو اور اس کے ساتھیوں کو (بھی) قریب رکھو اور ان کو ابو سفیان کی پس پشت (کھڑا) کرو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابو سفیان سے اُس مرد کا حال پوچھتا ہوں (جو اپنے کو نبی کہتا ہے) پس اگر یہ مجھسے جھوٹ بیان کرے تو تم (فوراً) اُس کی تکذیب کر دینا (ابو سفیان کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر (مجھے) اس بات کی غیرت نہوتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا غرض سب سے پہلے جو ہرقل نے مجھسے پوچھا یہ تھا کہ اُس نے کہا اُن کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ ہم میں (بڑے) نسب والے ہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے بھی یہ بات (یعنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے) میں نے کہا نہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا اُن کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ امیر لوگوں نے اُن کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے میں نے کہا (امیروں) نے نہیں بلکہ کمزور لوگوں نے (پھر) ہرقل بولا کہ آیا اُن کے پیرو (یوماً فیوماً) بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں میں نے کہا (کم نہیں ہوتے) بلکہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ آیا کوئی اُن میں سے اُن کے دین سے ناخوش ہوکر پھر بھی جاتا ہے بعد اس کے کہ اُس میں داخل ہو جائے میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ کیا وہ (کبھی) وعدہ خلافی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں اور

اب ہم اُن کی مہلت میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس (مہلت کے زمانہ) میں کیا کرینگے
(وعدہ خلافی یا وعدہ وفائی) ابو سفیان کہتے ہیں کہ سوا اس کلمہ کے اور مجھے قابو نہیں ملا کہ
میں کوئی بات آپکے حالات میں داخل کر دیتا پھر ہرقل نے کہا کہ آیا تم نے (کبھی) اُنسے
جنگ کی ہے میں نے کہا کہ ہاں تو بولا کہ تمہاری جنگ اُن سے کیسی رہی میں نے کہا
کہ لڑائی ہمارے اور اُن کے درمیان ڈول (کے مثل) رہی کہ (کبھی) وہ ہم سے لے
لیتے ہیں اور (کبھی) ہم اُن سے لے لیتے ہیں (یعنے کبھی) ہم فتح پاتے ہیں کبھی وہ (پھر)
ہرقل نے پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی
عبادت کرو اور اس کی (عبادت کے) ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور (شرک کی باتیں)
جو تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑ دو اور ہمیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے
اور پرہیزگاری اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں بعد اس کے ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ
ابو سفیان سے کہدے کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے
درمیان نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح (عالی نسب)
مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات (یعنے اپنی نبوت کی خبر) تم
میں سے کسی اور نے بھی کہی تھی تو تم نے بیان کیا کہ نہیں میں (نے اپنے دل میں)
یہ کہا تھا کہ اگر یہ بات اُن سے پہلے کوئی کہہ چکا ہو تو میں کہہ دوں گا کہ وہ شخص جو اس
قول کی تقلید کرتے ہیں جو اُن سے پہلے کہا جا چکا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ اُن کے
باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے بیان کیا کہ نہیں پس میں نے (اپنے دل میں) کہا تھا
کہ اگر اُن کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہو گا تو میں کہدوں گا کہ وہ ایک شخص
ہیں جو اپنے باپ کا ملک (حاصل کرنا) چاہتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس
سے پہلے کہ انھوں نے یہ بات جو کہی ہے کہیں تم اُنھیں جھوٹ کی تہمت لگاتے
تھے تو تم نے کہا کہ نہیں پس (اب) یقیناً میں جانتا ہوں کہ (کوئی شخص) ایسا نہیں ہو سکتا
کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے
پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے انکی پیروی کی ہے

اور (درصل) تمام پیغمبروں کے پیرو یہی لوگ (ہوا کیے) ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور (درحقیقت) ایمان کا یہی حال (ہوتا) ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بعد اس کے کہ اُن کے دین میں داخل ہو جائے۔ ان کے دین سے ناخوش ہو کر (دین سے) پھر بھی جاتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایمان (کا حال) ایسا ہی ہے جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں مل جائے، اور میں نے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور (بات یہ ہے کہ) تمام پیغمبر اسی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور تمہیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں پس اگر جو تم کہتے ہو سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور بیشک میں (کتب سابقہ سے) جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میں نہ جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے پس اگر میں جانتا کہ اُن تک پہنچ سکوں گا تو میں اُن سے ملنے کا بڑا اہتمام کرتا اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو یقیناً میں اُن کے پیروں کو دھوتا۔ پھر ہرقل نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا (مقدس) خط جو آپ نے دحیہ کلبی کے ہمراہ امیر بُصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور امیر بُصریٰ نے اس کو ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا منگایا (اور اس کو پڑھوایا) تو اس میں (یہ مضمون) تھا اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے (یہ خط ہے) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد کی طرف سے۔ بادشاہ روم کی طرف۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بعد اس کے (واضح ہو کہ) میں تم کو اسلام کی دعوت میں بلاتا ہوں اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی سے) بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں تمہارا ثواب دوگنا دے گا اور اگر تم (میری دعوت سے) منہ پھیرو گے تو بلاشبہ تم پر (تمہاری) تمام رعیت (کے ایمان نہ لانے کا) گناہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف

آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم تم سب خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو سوا خدا کے پروردگار بنائے (خدا فرماتا ہے کہ) پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہدینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم (خدا کی) اطاعت کرنے والے ہیں۔

ابو سفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور (آپ کا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں شور زیادہ ہوا آوازیں بلند ہوئیں اور ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جبکہ ہم سب باہر کر دیئے گئے کہ (دیکھو تو) ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ایسا بڑھ گیا کہ اس سے نبی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف کھاتا ہے پس ہمیشہ میں اس کا یقین رکھتا رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق عطا کی اور ابن ناطور ایلیا کا حاکم تھا اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا سردار تھا بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر تھا تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ ہم (اس وقت) آپ کی حالت خراب پاتے ہیں ابن ناطورا کہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا نجوم میں مہارت رکھتا تھا تو اس نے اپنے خواص سے جبکہ انھوں نے پوچھا یہ کہا کہ میں نے رات کو جب نجوم میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا تو (دیکھو کہ) اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا سوا یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا سو یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں لکھ بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں پس وہ لوگ اپنی اسی تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بیان کرتا تھا سو جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی تو کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں لوگوں نے اسکو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں تب ہرقل نے کہا کہ یہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس زمانہ کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو رومیہ (یہ حال) لکھ بھیجا اور وہ علم (نجوم) میں اسی کا ہم پایہ تھا

اور (یہ لکھکر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا پھر حمص سے باہر نہیں جانے پایا کہ اسکے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آگیا وہ بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارہ میں ہرقل کی رائے کی موافقت کرتا تھا اور یہ (اُس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں اِس کے بعد ہرقل نے سرداراں روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کرلئے جائیں تو وہ بند کر دیئے گئے اور ہرقل (اپنے گھر سے) باہر آیا اور کہا کہ اے روم والو کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصّہ) تمہارا بھی ہے اور (تمہیں) یہ (منظور رہے) کہ تمہاری سلطنت قایم رہے (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی کی بیعت کرلو تو (اس کے سُنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے کواڑوں کو بند پایا بالآخر جب ہرقل نے (اس درجہ) ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے مایوس ہوگیا تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ اور (جب وہ آئے تو اُن سے) کہا کہ میں نے یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے میں تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لیتا تھا اور وہ مجھے معلوم ہوگئی پس لوگوں نے اُسے سجدہ کیا اور اُس سے خوش ہوگئے اور ہرقل کی آخر تک یہی حالت رہی (ابو عبداللہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو شعیب کے علاوہ۔ صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے (بھی) زہری سے روایت کیا ہے۔

ہرقل کی کیفیت تو اوپر درج ہوچکی اب سُنئے مقوقس کی کیفیت جب حاطب بن ابی بلتعہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خط لیکر اسکندریہ پہنچا اور مقوقس کو دیا تو اس نے نہایت تعظیم سے قاصد سے برتاؤ کیا اور جو خط حضور انور کے جواب میں لکھا اس کا مضمون یہ ہے "میں واقف ہوں ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے۔ لیکن میری رائے ہی کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ میں نے ایلچی کی جو آپ نے بھیجا تھا بہت عزت کی۔ میں آپ کو چند چیزیں ایسی بھیجتا ہوں جو قبطیوں میں بہت ہی اعلے درجہ کی شمار کی جاتی ہیں۔ چار کنیزکیں۔ ایک خچر (جس کا نام دلدل ہے) ایک خواجہ سرا۔ بیس جامہ وار۔ اور ڈھائی سو تولہ سونا۔ امید ہے کہ آپ اِن چیزوں کو قبول فرمائیں گے" اِس کے علاوہ پانچ پارچے کا خلعت قاصد کو دیا مگر مقوقس حضور انور پر ایمان نہیں لایا۔ جب آپ کا قاصد مدینہ پہنچ گیا تو آپ نے

ان تحفوں کو قبول کر لیا مگر آپ نے یہ فرمایا کہ مقوقس کا ملک اس کے ہاتھ میں نہ رہے گا۔
سر ولیم میور متوفی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ جلد چار صفحہ ۵۶ میں بطور طعن کے یہ لکھتا ہے
"باوجودیکہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مقوقس کی نسبت اچھے لفظ استعمال نہیں کئے
اور مصر کی اس کے ہاتھ سے نکلجانے کی پیشین گوئی کی مگر نہایت چاہت سے اس کے
تحفوں کو قبول کر لیا جو تحفے بہت ہی اپنے مذاق کے تھے۔ یعنی دو خوبصورت قبطی میونڈیوں
سے میری یا مریم کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور شیرین کو حسان شاعر کو دیدیا جس پر مہربانی
صرف اس وجہ سے ہوئی تھی کہ اُس نے آپ کی پیاری بیوی عائشہ کی شان میں اشعار کہے
تھے خچر سفید تھا جو عرب میں نادر الوجود ہے۔ میور کی یہ طعن آمیز باتین ہماری سمجھ میں نہیں
آتیں کسی کا اخلاق سے برتاؤ کرنا یا کسی کو تحفے دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ حق بات مونہ سے
نہ نکالے حضور انور نے مقوقس کے تحفوں کو بے شک خوشی سے قبول کر لیا اور یہ
آپ کا اعلےٰ درجہ کا اخلاق تھا کہ آپ نے اِن تحفوں کا ایک حصہ خاص اپنی ذات
کے لئے مخصوص کیا اِس سے زیادہ تحفے دینے والے کی خوشی نہیں ہوسکتی جس کو وہ
تحفے دے اُن کو وہ اپنے صرف میں لے آئے۔ حضور انور اگران تحفوں کو اپنے صحابہ میں
تقسیم کر دیتے تو مقوقس کو ضرور رنج ہوتا۔ اب رہی یہ بات کہ آپ نے اس کے لئے
پیشین گوئی کی کہ مصر کی حکومت اس کے ہاتھ سے چھن جائے گی تو فی الواقع یہ غایت
درجہ کی محبت اور آپ کا رحم تھا۔ اور انصاف سے دیکھیئے تو آپ نے ان تمام قیمتی تحفوں کا
بدل کر دیا جو مقوقس نے آپ کو بھیجے تھے یعنی اُسے آنے والے عظیم خطرے سے آگاہ
کر دیا اِس سے زیادہ بھلائی ایک شخص کے ساتھ نہیں ہوسکتی کہ اسے ایک آنے والی
مصیبت سے اطلاع دیدی جائے مگر سر ولیم میور نے بحیثیت ایک ایماندار نصرانی کے
اس بات کو ذمہ لیلیا تھا کہ نہایت تاریک پہلو سے وہ حضور انور کے ہر واقعہ کو جانچے گا۔
لہذا اسے آپ کی ہر بڑی نیکی بھی بُرائی اور وہ بھی قابل نفرت بُرائی نظر آتی ہے۔
اب سنئے گورنر شام کی کیفیت کہ جب شجاع بن وہب اسدی شام کی سرحد میں داخل ہوئے
تو انہیں معلوم ہوا کہ گورنر دمشق حارث بن ابی شمر غسانی بمقام غوطہ گیا ہوا ہے اور ہرقل کے

آنے کی تیاری میں لگا ہوا ہے چنانچہ شجاع یہ سُن کے غوطہ میں آئے اور چند روز کے بعد وزیر حاجب کی معرفت حضور انور کا خط حارث کے ہاتھ میں جا کے دیا شام کے گورنر نے اِس خط کو پڑھ کے زمین پر پھینکدیا اور نہایت سُبک اور نا ملائم الفاظ حضور انور کی نسبت استعمال کئے اور جوش میں آ کے ایک خط ہرقل کے نام بھیجا کہ مجھے مدینہ پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہرقل نے اس اپنے غیر محتاط جوشیلے گورنر کو اجازت نہیں دی۔ رخصت کرتے وقت اس نے ایلچی کو بیس تولہ سونا دیا شجاع مدینہ میں واپس چلے آئے اور کل حال عرض کر دیا۔ حضور انور نے فرمایا افسوس اسکی حالت پر وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس نے اپنے ملک کو بھی کھو یا۔ چنانچہ اسی سال فتح مکّہ میں حارث مر گیا۔ اور اسکی جگہ جبلہ غسانی دمشق کا گورنر ہو گیا۔

ایک خط حضور انور نے ہودہ بن حنفی کو بھیجا تھا اور یہ خط سلیط لیکر گئے تھے۔ ہودہ نے قاصد کا بہت ہی اعزاز و احترام کیا قیام کے لئے ایک نفیس عمارت اسے دی۔ اور بہت دھوم دھام سے کئی دعوتیں کیں۔ خط کا جواب حضور انور کو دیا کہ "جو روش آپ نے اختیار کی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی ہے اور اس سے خدا کی مخلوق کو ہدایت ہوتی ہے لیکن میں چونکہ اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنیکو موجود ہوں۔ مگر اس وقت مسلمان نہیں ہو سکتا"

قاصد کو رخصت کرتے وقت اس نے قیمتی کپڑے دیئے۔ قاصد نے مدینہ میں آ کے جو کچھ تھا عرض کر دیا۔ ہودہ کا انتقال فتح مکہ کے بعد ہو گیا۔

تیسرا باب ۳

فتح خیبر

سنہ ۷ ہجری مطابق سنہ ۶۲۸ عیسوی

جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے تو چند روز کے بعد آپ نے یہ فرما دیا تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پر حملہ کرنا پڑے گا ہمارے

گزشتہ صفحات کو پڑھنے والے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ خیبر کے یہودیوں نے کئی بار حضور انور کو دھوکا دیا۔ عہد شکنی کی اور آپ کے مخالفوں سے مل گئے لہذا آپ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ان کے نفاق کی انھیں سزا دی جائے کہ آیندہ خدا کی مخلوق ان کے شر سے ایمن ہو جائے۔ یہودیوں کی زیادتیاں مدینہ میں برابر ہو رہی تھیں جن مسلمانوں نے ان سے قرض لیا تھا وہ انہیں بہت ستاتے تھے ابوشحم یہودی کے صرف پانچ درہم ایک مسلمان پر آتے تھے اس نے اس کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور اس قدر ستاتا تھا کہ بیان سے باہر ہے ہرچند وہ مسلمان اس سے بہ سماجت پیش آتا تھا مگر وہ یہودی نہیں مانتا تھا اخیر مسلمان نے اس سے کہا کہ تو اتنا ظلم مجھ پر کیوں کرتا ہے۔ ایک دن خیبر ہمارے ہاتھ میں آنے والا ہے تیرے سارے مظالم کی کسر اس دن نکل جائے گی۔ یہودی نے اس پر حقارت سے ہنسکر کہا کہ اس سے تو منہ دھو رکھئے تمہیں یہ بات کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہم وہاں بہت زبردست اور قوی ہیں خیبر کی گڑھیاں بھی بہت ہی مضبوط ہیں اس پر مسلمان قابو نہیں پا سکتے۔ یہ خبریں برابر حضور انور کو پہنچتی تھیں آخر آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودیوں کی زیادتیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔

خیبر کی چڑھائی سے پہلے غطفانی قوم کے چند آدمیوں نے حضور انور کی کئی دودھ والی اونٹنیوں کو ڈاکہ مار کے پکڑ لیا تھا مگر سلمہ نے ان ڈاکہ زنوں پر تیر برسائے اور اونٹنیوں کو چھڑا لیا اور جس وقت یا صباحاہ کہہ کے غل مچایا تو مدینہ کے لوگ جمع ہو گئے مگر غطفان کے یہودی اونٹنیاں اور اپنا کچھ سامان چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے خیبر کے یہودیوں اور بنی غطفانیوں میں بہت گٹھ جوڑ تھی اور وہ آپس میں ملے ہوئے تھے اور ان کا آپس میں یہ معاہدہ تھا کہ اگر مسلمان ان پر حملہ کریں تو دونوں ملکر لڑیں گے مگر حضور انور نے حملہ کے وقت بنی غطفان کا راستہ کاٹ دیا اور وہ خیبر والوں کی مدد کو نہ آسکے۔

خیبر کا فاصلہ مدینہ سے سو میل کے قریب ہے۔ تین دن میں حضور انور مدینہ سے خیبر پہنچے

اور خیبر کا محاصرہ کر لیا۔ خیبریوں کو اُمید نہ تھی کہ اس شتابی سے مسلمانوں کا لشکر یہاں پہنچ جائے گا۔ جس وقت حضور انور پہنچے ہیں شام کا وقت تھا آپ کبھی شب خون مارنا پسند نہ کرتے تھے آپ نے شب کو حملہ کا حکم نہیں دیا۔ صبح کو حملہ ہوا اور یہودیوں کی کئی چھوٹی چھوٹی گڑھیاں مسلمانوں نے فتح کر لیں۔

بخاریؒ نے خیبر کی جنگ کے متعلق مختلف روایتیں جن میں کچھ واقعات کا تذکرہ ہے کچھ مسائل ہیں۔ تقسیم غنیمت کی بحث ہے۔ اپنی مقبول عام کتاب صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب النبی میں درج کی ہیں جن سے بعض دلچسپ حالات کا پتہ چلتا ہے۔ جنگ خیبر کے تفصیل وار واقعات حسب ذیل ہیں۔

حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ سباع بن عرفۃ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنا کے چودہ سو یا پندرہ سو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے فوج ہراول پر عکاشہ اسدی کو مقرر کیا اور خود میمنہ کی حضرت فاروق اعظم کو کمان سپرد کی اور پھریہ اسدی

جنگ خیبر کا بیان

بشیر بن یسار روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان نے یہ خبر دی کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے برس نکلا جبکہ ہم مقام صہبا میں (جو خیبر کے قریب ہے) پہنچے آپ نے نماز عصر پڑھی پھر زاد سفر (جو جو کچھ کسی کے پاس تھا) منگوایا۔ کوئی شخص بجز ستو کے اور کچھ نہ لایا آپ نے فرمایا (انھیں گھول لو) ستو پانی میں بھگوا لئے گئے۔ پھر آپ نے اور ہم سب نے پیئے۔ بعد ازاں نماز مغرب کے واسطے کھڑے ہوئے آپ نے اور ہم سب نے کلی کر کے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم آنحضرت کے ہمراہ خیبر کیطرف نکلے۔ رات کو چلتے تھے کسی نے عامر سے کہا اے عامر تو ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتا۔ عامر بڑا شاعر تھا وہ اتر کر قوم کو شعر سنانے لگا اور یہ پڑھتا تھا + اللّٰھم لو انت ما اھتدینا + ولا تصدقنا ولا صلینا + فاغفر فداءً لک ما ابقینا + وثبت الاقدام ان لاقینا + والقین سکینۃ علینا + انا اذا صیح بنا ابینا + وبالصیاح عوّلوا علینا + رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون سا اونٹ ہکانے والا ہے (جو شعر پڑھ رہا ہے)

لشکر عقب ہی چند دا اٹھا تھا ہوا خیبر کی طرف بڑھا۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق نے خیبر کے
یہودیوں کے پاس پوشیدہ طور پر یہ خبر بھیجی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری بیخ کنی کا
ارادہ رکھتے ہیں تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ تم تعداد میں زیادہ ہو اس لئے میری یہ
رائے ہے کہ تم ان سے کھلے میدان میں آن کے لڑنا۔ جب خیبریوں کو معلوم ہوا کہ
اب ہم پر حملہ ہوگا۔ تو انھوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو قبیلہ غطفان کے پاس بھیجا کہ حسب
وعدہ تمہیں ہماری مدد کرنی چاہئے۔

چنانچہ غطفان چار ہزار تعداد کے مسلح ہو کے خیبریوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے
مگر راستہ میں ان کی کچھ نیت بدل گئی اور غالباً مسلمانوں کا خوف ان پر ایسا چھایا
کہ وہ الٹے پاؤں واپس چلے گئے انھیں یہ بھی خوف تھا کہ اگر ہم نے خیبر میں جاکے
مسلمانوں سے جنگ کی تو کہیں ہمارے مقام پر حملہ نہ ہو جائے۔ غرض خیبر کے

لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے۔ حضرت عمر نے کہا یا نبی اللہ
(عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہو گئی اس دعا سے آپ نے ہمیں بھی فائدہ کیوں نہ دیا۔ سلمہ
بن اکوع کہتے ہیں۔ پھر ہم نے جاکر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثنا میں ہمیں سخت بھوک لگی پھر اللہ
نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی۔ جس روز فتح مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی آپ نے پوچھا
یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے نیچے تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے جواب دیا گوشت کے
نیچے آپ نے پوچھا کس کے گوشت کے نیچے۔ (جلا رہے ہو) انھوں نے جواب دیا گدھوں
کے گوشت کے نیچے۔ آپ نے فرمایا اسے گرا دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے کہا ہم اسے
گرا دیں اور ہانڈیوں کو دھو دیں آپ نے فرمایا یہ کر لو پھر جب قوم صف بندی کر چکی تو چونکہ عامر کی تلوار
چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پھیلا پشت کر عامر ہی کے گھٹنے کی آنکھ پر
لگی جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا جب سب واپس
آئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم) دیکھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا
تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ

یہودیوں نے اپنا انتظام کرنا شروع کیا۔ پہلے وہ اپنے سردار سلام بن سکن کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ عبد اللہ بن ابی سلول ہمیں یہ رائے دیتا ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کھلے میدان میں نکل کے لڑیں۔ آپ کی اس میں کیا رائے ہے سلام بن سکن نے سوچ سوچ کے جواب دیا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں بے شک تمہیں کھلے میدان میں نکل کے لڑنا چاہیے۔ مگر یہودیوں نے بدقسمتی سے اپنے سردار کی رائے کی پروا نہ کی اور انھوں نے گڑھیوں میں محصور ہونا ہی مناسب سمجھا۔
جب مسلمانوں کا لشکر مقام صہبا میں پہنچا تو حضور انور نے عشا کی نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد حضور انور نے اپنی فوج کی زبردست کمینی اس تمام پروانہ کی جو غطفانیوں کا راستہ تھا اور جس راستہ سے وہ خیبر میں پہنچ سکتے تھے یہ فنون جنگ کے اعلیٰ درجے کی مہارت کی دلیل ہے جسے آج کل ایک بڑی تعلیم کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔
پھر حضور انور نے عباد بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ بطور فوج بدرقہ خیبر کی جانب

بیان کرتے ہیں عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اُس نے خودکشی کی ہے) آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا وہ جھوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی جو مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔
ہم سے قتیبہ نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہم سے حاتم نے کہا (کہ لفظ نشا کی جگہ) نشا بہا رہا ہے یعنی مدینہ میں پلا ہو۔
انس روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں بوقت شب پہنچے آپکی عادت تھی جب کسی قوم پر رات کو پہنچتے اُس پر صبح تک حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب صبح ہوئی یہودی اپنے اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لئے ہوئے نکلے اور آنحضرت کو دیکھ کر کہنے لگے (یہ تو) محمد ہے بخدا محمد معہ لشکر کے (آگیا) ہے آپ نے (بلطو لانی) فرمایا خیبر ویران ہو گیا کیونکہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُتر پڑیں پس ڈرائے ہوؤں کے لیے اُنکی صبح بُری ہوگی۔

روانہ کیا تاکہ وہ ادھر اُدھر کی خبریں لائیں عبادہ نے سب سے پہلے ایک شخص کو گرفتار کیا جو یہودیوں کی طرف سے بطور جاسوس بھیجا گیا تھا۔ عبادہ نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ جاسوس نے کہا کہ میں تو ایک اونٹ والا ہوں اور اپنے اُونٹوں کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں۔ عبادہ نے پھر سوال کیا کہ خیبر کے یہودیوں کی بھی تجھے کچھ خبر ہے اُس نے کہا ہاں خیبریوں نے مختلف قبائل کے ساتھ جن سے اُن کا عہد وپیمان ہوگیا تھا طالب مدد کے لئے اپنے قاصد بھیجے تھے چنانچہ غطفانیوں کیطرف سے عنبلہ بن بدر۔ سپاہیوں کی کثیر جماعت کے ساتھ خیبر میں آگیا اور اب اس وقت دس ہزار جنگجو جن کے آگے بزم اور رزم ایک حکم رکھتی ہے۔ بیچینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کریں۔

عبادہ نے کہا کہ میرے خیال میں تو مخالفوں کا جاسوس ہے میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو سچ سچ بتادے ورنہ مارے کوڑوں کے کھال اُتار دوں گا اور پھر تجھے اپنی

انس بن مالک فرماتے ہیں خیبر میں ہم بوقت صبح سویرے پہنچ گئے وہاں کے رہنے والے اپنی کلہاڑی (وغیرہ) لیکر نکلے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کہنے لگے (یہ تو) محمد ہے بخدا یہ محمد مع لشکر کے (آگیا) ہے آپنے فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہوگیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُتر پڑیں بس اُنکی صبح بُری ہوگی (یعنی سیاہ معلوم ہوگی)، انس کہتے ہیں ہمارے پاس (کھانیکو صرف) گدھوں کا گوشت تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آواز دی کہ اللہ اور اُسکا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ گدھے کھائے گئے آپنے جواب نہ دیا پھر اُس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھائے گئے آپ خاموش ہو رہے پھر اُسنے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپنے منادی کو حکم دیا اُسنے لوگوں کو سنادیا کہ اللہ اور اُس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں پھ ہانڈیاں اوندھادی گئیں حالانکہ اُنمیں گوشت خوب پک رہا تھا۔

جان کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اعرابی نے کہا آپ اگر مجھے امان دیں تو میں سچ سچ کہدون چنانچہ اُسے امان دینے کا وعدہ کیا گیا اس پر وہ اعرابی بولا اہل خیبر پر تمہارا رعب بہت بیٹھا ہوا ہے۔ کیونکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے تم بنی نضیر اور بنی قریظہ کو مغلوب کر چکے ہو۔ مدینہ کے منافقوں نے اہل خیبر کے پاس خبر بھیجدی ہے کہ محمد تمہارا قصد رکھتے ہیں تم کسی طرح خوف نکرنا اور نہ اُن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا تمہاری تعداد بہ نسبت اُن کے بہت ہے اسی طرح آلات حرب بھی تمہارے پاس اعلیٰ درجہ کے اور زیادہ ہیں مگر جب عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد خیبریوں کے پاس آیا اور اس نے کل کیفیت بیان کی تو کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے تمہاری تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ عباد نے یہ سُنکے جاسوس کو حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں پیش کیا حضرت فاروق اعظم کی رائے ہوئی کہ اسے قتل کر دینا چاہئے جیسا کہ آجکل بھی عموماً جاسوس کو قتل کر دیتے ہیں مگر عباد نے یہ کہا کہ میں اسے پناہ دے چکا ہوں لہذا

حضرت انس کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح خیبر کے قریب اندھیرے میں پڑھی پھر فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں ڈرے ہوؤں کی صبح بری ہے۔ خیبر والے نکلکر گلی کوچوں میں دوڑنے لگے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کرنے والوں کو مارا اور ان کی اولاد کو قید کیا ان قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں (جو کہ بنی نضیر اور قریظہ کی سردار تھیں) (اول) حضرت صفیہ دحیہ کلبی کے حصہ میں چلی گئیں پھر آنحضرت کے حصہ میں آگئیں ۔

آپ نے صفیہ کا مہر اُن کا آزاد کرنا مقرر فرمایا عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت (شاگرد انس) سے کہا اے ابو محمد کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا مہر کیا مقرر کیا ثابت نے اس روایت کی تصدیق پر اپنا سر ہلایا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو قید کیا پھر آزاد کر کے اُن سے اپنا نکاح کر لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا صفیہ کا مہر کیا دیا۔ انس بولے صفیہ کا مہر اس کا آزاد کرنا قرار پایا۔

حضور انور نے فوراً جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا۔ اسی وقت وہ جاسوس مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضور انور خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے مقام منزلہ میں قیام فرمایا اور ایک جگہ نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی کہتے ہیں کہ جب خیبریوں کو اس بات کی خبر ہوئی کہ حضور انور فلاں مقام پر پہنچ گئے ہیں تو انھوں نے شب و روز بڑے حزم اور احتیاط سے کام کرنا شروع کیا اکثر سواروں کو چاروں طرف دوڑادیا کہ حضور کی خبر لائیں۔ اُن کا خیال تھا کہ اتنے عرصہ میں آپ خیبر تک پہنچیں گے مگر آپ اتنی جلدی خیبر کے قریب آگئے کہ اُنھیں خبر بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو انھیں معلوم ہوا کہ حضور انور نے خیبر کا محاصرہ کر لیا ہے تو سخت پریشان ہوئے۔ سلام بن مشکم بھاگا ہوا خیبر میں آیا اور کہا دیکھو میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا تم قلعہ کے باہر نکل کے مورچہ بندی کر لو۔ اور میدان میں لڑنا مگر تم نے میری بات نہ سنی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم محصور ہو گئے

سہیل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین جمع ہوئے اور خوب لڑے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ (خیبر والے) اپنے اپنے لشکروں کی طرف پھرے۔ اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس یہودی کو دیکھا زندہ نہ چھوڑتا تھا لوگ بولے ہم میں سے کسی نے فلاں کے برابر لڑنے میں بہادری نہیں کی آپ نے فرمایا وہ تو جہنمی ہی ایک شخص نے قوم میں سے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ (تاکہ اس کی حقیقت معلوم کروں) راوی کہتا ہے یہ شخص اس کے ساتھ ساتھ چلا جہاں کہیں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتا اور جب وہ جلد جاتا یہ بھی جلد جاتا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ اس کے ایک بڑا زخم لگا۔ اس نے جلدی مر جانے کے واسطے اپنی تلوار زمین پر ٹیکی اور اس کا پھلا اپنی چھاتی کے درمیان رکھکر تلوار پر اپنا بوجھ دیدیا اور اپنی جان ہلاک کر دی۔ اس ساتھی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے (سچے) رسول ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تو نے کیا کہا وہ بولا جسے آپ نے ابھی جہنمی فرمایا تھا

اب اگر میری بات سنو تو میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم قلعہ کے باہر نکل کے لڑنا میدان جنگ میں قتل ہو جانا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آگے قیدی بن کے جانے سے بہتر ہے۔ آخر یہی قتال کے لئے آمادہ ہوگئے اپنے بال بچوں کو قطیبہ نامی قلعہ میں محفوظ کر دیا اور تمام قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور سامان رسد وہاں رکھدیا تاکہ بال بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو جنگجو مرد نطارہ نامی قلعہ میں جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے سلام بن مشکم ضعف کی وجہ سے مرگیا آخر مسلمانوں نے حملہ کر دیا خوب لڑائی ہوئی۔ اسی اثنا میں محمود بن مسلمہ محمد ابن مسلمہ کا بھائی تھک تھکا کے ناعم نامی حصار کے نیچے دم لینے کے لیئے جا کھڑا ہوا اور کھڑے کھڑے اسکی آنکھ لگ گئی کوئی تو کہتا ہے کہ کنانہ بن ابی الحقیق کوئی کہتا ہے نہیں مرحب نامی یہودی نے حصار سے ایک پتھر پھینکا وہ پتھر محمود کے سر پر گرا خود پتھر کے گرتے ہی محمود کی

اور لوگوں نے اسے امر دشوار جانا تھا میں نے (اپنے دل میں) کہا تھا میں خبر لانے کو اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہوں۔ میں اس کی تلاش میں چلا۔ اس کے ایک بڑا زخم لگا۔ اور اس نے مرنے کی جلدی کی (یعنے) اپنی تلوار کو زمین پر ٹکایا اور اس کے پیلپے کو اپنی چھاتی کے درمیان رکھ کر اس پر بوجھ دے دیا اور اپنی جان کو ہلاک کر لیا۔ آپ نے فرمایا انسان لوگوں کے روبرو جنتیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور کوئی شخص لوگوں کی نظر میں جہنمیوں کے کام کرتا ہی حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم خیبر میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہمراہی کو جو (بظاہر) مسلمان تھا فرمایا یہ جہنمی ہے جب وہ میدان جنگ میں حاضر ہوا تو وہ اسقدر لڑا کہ اسکے بہت زخم لگے اور بعض لوگ (اسکے جہنمی ہونے میں) شک کرنے لگے جب اُسنے زخموں کا درد سخت پایا اپنے ترکش سے تیر نکالکر اپنے گلے میں بھونک دیا لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف دوڑکر آئے اور کہا یا رسول اللہ نے آپ کی بات سچ کر دی

گردن میں گھس گیا اور تمام بھیجا پاش پاش ہو گیا مسلمان اسی حالت میں محمود کو حضور انور کی خدمت میں لائے حضور کو دیکھ کے بہت افسوس ہوا آپ نے بڑی مشکل سے اس خود کو علیحدہ کیا سر کی جو کھال نیچے سمٹ کے آگئی تھی اسے اس کی جگہ پر لگا دیا مگر محمود کا زندہ بچنا محال تھا لہذا وہ شہید ہو گیا۔ اسی اثناء میں حباب بن المنذر نے حضور سے عرض کیا کہ اس وقت جہاں حضور کا لشکر پڑا ہوا ہے یہ مقام اچھا نہیں ہے اول تو نخلستان کے بیچ میں ہے جہاں بدبو کے مارے ہمارا دماغ پھٹا جاتا ہے۔ دوسرے اہل حصار کا تیر آسانی ہم پر لگتا ہے۔ تیسرے اس مقام پر مخالف بہت اچھی طرح ہم پر شبخون مار سکتے ہیں حضور انور نے ان باتوں کو غور سے سنا اور آپ بہت خوش ہوئے۔ اور قبول فرما لیا آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور کوئی مناسب لشکر گاہ تجویز کرو چنانچہ محمد گئے اور چاروں طرف پھر کے ایک موضع کو پسند کیا جس کا نام

فلاں شخص نے اپنے گلے میں تیر بھونک لیا آپ نے فرمایا اے فلانے کھڑے ہو کر آواز لگا دے کہ جنت میں سوائے ایماندار کے کوئی نہ جاوے گا۔ اور اللہ (کبھی) بدکار سے (بھی) دین کی تائید کرا لیتا ہے شعیب نے جو اس حدیث کو زہری سے روایت کرتے ہیں ان کی متابعت معمر نے کی ہے شعیب نے یونس سے اسنے ابن شہاب سے روایت کی اسنے کہا مجھے ابن مسیب اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب نے یہ خبر دی کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم آنحضرت کیساتھ خیبر میں موجود تھے ابن مبارک کہتے ہیں یونس زہری سے اور وہ سعید سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صالح نے زہری سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی زبیدی کہتے ہیں مجھے زہری نے خبر دی اُسے عبدالرحمن بن کعب نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ہمراہیوں کا جو خیبر میں موجود تھے بیان کیا زہری کہتے ہیں عبداللہ بن عبداللہ اور سعید نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی یا (یہ) کہا کہ جبکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے لوگ (ایک) نالے پر آئے اور پکارنے

رجیع الالق تھا اور آپ کے حضور انور کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اچھا رات کو ہم وہاں لشکر گاہ بنائیں گے۔ چنانچہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد کیمپ حضور نے فوج کا حکم دیا لشکر کی ترتیب۔ منتظم اور قیام عثمان بن عفان کے سپرد تھا آپ نے کمال یہ کیا تھا کہ فوج کا اتنا بڑا انتظام بھی کرتے جاتے تھے ساتھ ہی اس کے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خیبر کے نیچے کھڑے ہو کے حملہ بھی کرتے جاتے تھے۔ فوج کی ایک رات کی نگرانی حضرت فاروق اعظم کے سپرد تھی حضرت عمر نے اس رات ایک یہودی کو گرفتار کیا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں۔ یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لیچلو مجھے ان سے کچھ بات کہنی ہے۔ حضرت عمر حضور کی خدمت میں اس یہودی کو لے آئے حضور انور نے یہودی سے فرمایا تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہودی نے کہا کہ خیبریوں کے دلوں پر آج کے قتال سے سخت ہراس چھا گیا ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شق نامی گڑھی میں آج وہ چلے جائیں انھوں نے اپنے اعلیٰ درجہ کے ہتھیار اور

پکار کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے آپ نے فرمایا اپنے نفسوں پر نرمی کرو (اور چیخو نہیں) کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ سننے والے کو اور جو نزدیک ہے اُسے پکارتے ہو اور وہ (ہر جگہ) تمہارے پاس ہے (ابو موسیٰ کہتے ہیں) میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ کا نام ہے) میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (بتائیے) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ نے فرمایا (وہ کلمہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ہے جو تو پڑھ رہا تھا) یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ کی پنڈلی میں تلوار کا نشان دیکھ کر پوچھا اے ابو مسلم کیسی چوٹ ہے سلمہ بولے یہ وہ چوٹ ہے جو خیبر میں میرے لگی تھی اور لوگوں نے کہدیا تھا کہ سلمہ ہلاک ہو گیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر تین دفعہ دم کر دیا پھر مجھے اس گھڑی تک اس کی شکایت نہیں ہوئی۔

بہت سا چاندی سونے کا سامان ایک مقام میں چھپا دیا ہے جسے میں جانتا ہوں۔ اور جب صبح کو وہ گڑھی فتح ہو جاوے گی تو اس مقام کو بتا دوں گا حضور فرمایا انشاءاللہ۔ یہودی نے عرض کیا کہ اس قلعہ میں میرے بال بچے ہیں انہیں بخش دیا جائے۔ حضور انور نے اُنکی بخشش منظور فرمائی۔ دوسرے دن وہ قلعہ جس میں سے یہودی نکل گئے تھے۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور ساتھ ہی اس کے شق پر بھی مسلمانوں نے فتح پالی اور وہ یہودی معہ بال بچوں کے مسلمان ہوگیا۔ جب مسلمان آگے بڑھے تو اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی۔ جوں ہی گڑھی کے قریب پہنچے تو یہودیوں کا ایک سپاہی اپنی کمپنی میں سے نکل کے باہر آیا اور اُس نے باآواز بلند یہ کہا کہ "میں تنہا جنگ کرنا چاہتا ہوں میرا نام مرحب ہے اور مجھے تمام خیبر جانتا ہے میں وہ جنگجو ہوں کہ جب جنگ تیزی سے بھڑکتی ہے تو میرے مصفا ہتھیاروں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اس یہودی سپاہی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مسلمان

سہل کہتے ہیں بعض لڑائیوں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین (خیبر) بھڑے اور خوب لڑے پھر سب اپنے اپنے لشکروں کیطرف لوٹے مسلمانوں میں ایک ایسا شخص تھا جو کسی اکیلے دوکیلے مشرک کو نہ چھوڑتا تھا مگر اُسکے پیچھے جاکر اُسے اپنی تلوار سے مار دیتا تھا۔ کسی نے کہا یارسول اللہ فلاں شخص کے برابر کوئی نہیں لڑا آپنے فرمایا وہ تو جہنمی ہے۔ لوگوں نے کہا جب یہ بھی جہنمی ہی تو پھر ہم میں جنتی کون ہوگا۔ ایک مرد بولا میں اسکے پیچھے پیچھے جاتا ہوں۔ جب وہ جلد چلے گا یا آہستہ چلے گا میں اُسکے ساتھ رہونگا۔ (وہ شخص لڑتے لڑتے) سخت زخمی ہوگیا اور اس نے مرنے کی جلدی کی پھر اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور پیلا تلوار کا اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھکر اُسپر اپنا بوجھ دیدیا اور وہیں مرگیا وہ دوسرا شخص نبی صلے اللہ علیہ سلم کے پاس آیا اور کہا میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے (سچے) رسول ہیں آپنے فرمایا بعض آدمی لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور کوئی لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے کام کرتا ہی حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

ابی عمران کہتے ہیں حضرت انس نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا طیلسان (جو ایک خاص قسم کی چادر ہی)

نکلا اور اس نے قدم آگے بڑھایا۔ اور اس پر تلوار کا وار کیا وہ تلوار اس کے خود سے کچھ ایسی جھنجی کہ الٹی مسلمان کے لگ گئی اور ایسا کاری زخم لگا کہ فوراً اس کا دم نکل گیا مسلمانوں نے غل مچایا کہ عامر مارا گیا۔ اور چونکہ اس نے خودکشی کر لی ہے لہذا اچھی موت نہیں مرا جوں ہی یہ آواز حضور انور کے کان میں پہنچی آپ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہ کہو اسے دوہری جزا ملے گی خیبر کے راستہ میں جب اس نے یعنی عامر نے جوش دلانیوالے اشعار حضور انور کے آگے پڑھے تھے تو آپ نے فرمایا تھا خدا تجھ پر رحمت کرے اور آپ کا لفظ رحمت کہنا یہ معنی رکھتا ہے گویا آپ نے اسے شہید ہونے کی دعا دی کاتب الواقدی نے صفحہ ۱۲۲ میں ان اشعار کو بھی نقل کیا ہے اور یہ اشعار قریب قریب ان ہی اشعار کے ہیں جو غزوہ خندق میں پڑھے گئے تھے۔ مرحب نے اس اتفاقی اور ناجائز کامیابی پر میدان جنگ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اس نے غل مچایا کہ کہا

اپنے کندھوں پر ڈالے ہیں انس نے فرمایا یہ لوگ اس وقت (ایسے ہیں) گویا خیبر کے یہود ہیں۔ سلمہ کہتے ہیں حضرت علی جنگ خیبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آنکھیں دکھنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے (اپنے دل میں) کہا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے (کیونکر) رہ جاؤں۔ پھر علی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب وہ رات ہوئی جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا آنحضرت نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا (یہ کہا کہ) کل وہ مرد جھنڈے کو لے گا۔ جسے اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے۔ اور قلعہ اس پر فتح ہو جاوے گا۔ ہم (سب) جھنڈا لینے کی امید کر رہے تھے (کہ علی حاضر ہوئے) اور کسی نے آپ سے کہا یہ علی (آ گئے) آپ نے ان ہی کو جھنڈا دیدیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

ابی حازم کہتے ہیں مجھے سہل بن سعد نے خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن ارشاد کیا کل میں یہ جھنڈا اس مرد کو دونگا کہ اللہ اسکے ہاتھ پر فتح کر دے گا جسے اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے اور وہ (بھی) اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے سہل بن سعد کہتے ہیں لوگ رات بھر

کون ہے جو میرے سامنے آئے چنانچہ مسلمانوں کی فوجی قطار میں سے حضرت علی اس پر جھپٹے اور آپ نے حملہ کرنے سے پہلے یہ فرمایا۔ میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے میں گرجتا ہوا میدان جنگ میں نکلتا ہوں اور دشمن میرے مقابلہ میں مثل ایک پشہ کے ہے میں ایک جھپٹ میں بہادر سے بہادر جنگجو کا خاتمہ کر دیتا ہوں یہ کہتے ہی حضرت علی نے تلوار اٹھائی ادھر مرحب بھی گرز لے کے آگے بڑھا حقیقت میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی کر کے دکھا دیا۔ ایک ہی وار میں مرحب کی دھڑ سے گردن اڑا دی۔ ~~ع~~

بسر جا کہ شمشیر او کار کرد یکے را دو کرد و دو را چار کرد

مرحب کے گرتے ہی اس کا بھائی بلی کتے کی طرح جھپٹ کے دوڑا اس کے مقابلہ میں زبیر نے قدم بڑھایا جوں ہی زبیر کو میدان جنگ میں آتا ہوا دیکھا ان کی

ذکر کرتے رہے دیکھئے جھنڈا کسے دیا جاتا ہے۔ صبح کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا مجھے دیا جاوے آپ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کسی کو ان کے پاس بھیجو پھر حضرت علی رسول خدا کے پاس آئے آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر ان کے واسطے دعا کی وہ اچھے (تندرست) ہو گئے گویا کہ ان کے تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے علی کو جھنڈا دیدیا۔ حضرت علی نے پوچھا یا رسول اللہ (کیا) میں ان سے لڑے جاؤں جب تک ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جاویں آپ نے فرمایا نو سیدھا جا کر ان کے میدان میں اتر پھر انھیں اسلام کی طرف بلا اور انھیں بتا دے جو کچھ ان پر حالت اسلام میں اللہ کے حقوق واجب ہو جاویں گے۔ بخدا اگر اللہ تیری وجہ سے ایک شخص کو ہدایت کر دے تو تیرے واسطے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بہتر ہے۔

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے خیبر کے دن حسن اور

والدہ صفیہ حضور انور کی خدمت میں کانپتی ہوئی حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا مارڈالا جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں تو اطمینان۔ کہ تیرا بیٹا اس یہودی سپاہی کو قتل کر دے گا۔ انشاء اللہ اِدھر حضور انور کی زبان سے یہ لفظ نکلا اُدھر زبیر کی تلوار اس یہودی کی گردن پر پڑی چنانچہ اسکا سر بھی مثل مرحب کے کھٹا سا اُڑ گیا۔ مدینہ سے بہت سی مسلمان عورتیں مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرنے کے لئے فوج کے ساتھ ساتھ آئی تھیں جن میں صفیہ بھی تھی۔ اس جنگ میں جو کچھ حضرت علی نے کیا وہ اسی قدر ہے جس کا ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں مگر شیعی قصہ گویوں نے ان معمولی جنگ کے واقعات کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ طول دیا ہے کہ جن اور پری اور دیوؤں کے افسانے بھلا دیئے چنانچہ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور میدان جنگ میں غایب ہوگئی تو آپ نے خیبر کے

گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہسن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے۔ گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت (کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابی ابن ادفیٰ سے سنا وہ کہتے تھے۔ ہم پر خیبر کے دن بھوک نے غلبہ کیا اور ہنڈیوں میں جوش آ رہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایک دفعہ ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا گدھے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ اور اُنھیں گرا دو۔ ابن ابی ادفیٰ کہتے ہیں ہم آپس میں کہنے لگے آپ نے صرف اسواسطے

دروازہ کو اُٹھا لیا اور اپنی ڈھال بنالی اور جب آپ اپنا کام کر چکے اور اس دروازہ کو ہاتھ سے پھینک دیا تو ساری اسلامی فوج مل کے بھی اسے جنبش نہ دے سکی۔ ایسی کہانیاں شیعوں کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہیں مگر سب سے زیادہ کمی مبالغہ کے ساتھ ملا محمد باقر نے بہت سنبھال کے خیبر کی کہانی لکھی ہے تو بھی وہ لا یاک مبالغہ اور غلیظ کذب سے خالی نہیں ہے چنانچہ حیات القلوب والا اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں یہ لکھتا ہے۔ جب حضرت علی نے میدان جنگ میں آکے یہ کہا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں تو یہودیوں کے ایک راہب نے پکار کے یہ کہا اے یہودیو! تم مغلوب ہو گئے کیونکہ توریت میں صاف طور پر موسٰے نے خبر دیکیا ہے کہ علی جب پیدا ہوں گے تو تمام یہود مٹ جائیں گے اس سے اُن کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا۔ اور جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کر دیا

منع فرمایا ہے کہ اس کا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدھے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔

براء اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور (کھانے کو صرف) گدھے ملے اُنھوں نے گدھوں کو پکالیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آواز دی کہ ہنڈیوں کو اونڈھا دو۔

براء اور ابن ابی اوفیٰ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خیبر کے دن جبکہ ہنڈیاں چڑھ گئی تھیں فرمایا ہنڈیوں کو اونڈھا دو۔

براء کہتے ہیں ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چڑھائی کی پھر پہلی حدیث کے مثل (بیان کیا) براء بن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچا (ہو) یا پکا ہو گرا دو پھر اسکے بعد ہمیں اب تک اُن کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے

تو کل یہودی قلعہ میں بھاگ گئے اور دروازہ بند کر لیا اور وہ دروازہ ایسا وزنی تھا کہ بیس نہیں بلکہ چالیس آدمی اس کو پھیر سکتے تھے۔ حضرت علی نے اس دروازہ کو ایسی حرکت دی کہ تمام قلعہ کانپ گیا۔ دروازہ کو اٹھا لیا اور اس دروازہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے اندر گھس گئے اور فتح پائی اور پھر دروازہ کو زمین پر پھینک دیا۔ ابو رافع نے کہا کہ میں چھ آدمیوں کے ساتھ گیا۔ کہ سب کے ساتھ مل کے اس دروازہ کو حرکت دوں مگر کامیاب نہ ہوا اور عامہ نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے جابر انصاری نے کہا کہ حضرت علی نے اس دن خیبر کا دروازہ ہاتھ میں پکڑ کے ایک خندق پر رکھدیا۔ جس کا پل بندھ گیا اور جس پل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی ساری فوج گزر گئی اور قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے دروازہ کو پھینک دیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ چالیس آدمیوں دوسری روایت میں

اسواسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اٹھانیوالے تھے آپ نے برا جانا کہ کہیں لوگوں کے بار بردار تلف نہ ہو جائیں انھیں (ہمیشہ کے واسطے) خیبر کے دن حرام ہی کر دیا۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے) گھوڑے والے کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث) کہتے ہیں نافع نے اسکی تفسیر بیان کی اور کہا کہ اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اسے تین حصے ملتے تھے اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا اسے ایک ہی حصہ ملتا تھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں اور نعمان بن بشیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہمنے کہا آپنے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر فتح کیا ہمیں غنیمت میں نہ چاندی ملی اور نہ سونا ملا صرف ہمیں ملے

ستر آدمیوں نے کوشش کی کہ دروازے کو اٹھا لیں لیکن نہ اٹھا سکے ابو عبداللہ حدبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے اس دروازہ کو اٹھا کے معرکہ جنگ میں اپنی ڈھال بنالی تھی پھر میں نے فتح پانے کے بعد خندق کا پل اسے بنا دیا تھا کہ مسلمان گزر جائیں اور پھر میں نے اس پل کو اٹھا کے بہت دور پھینک دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا اے امیر المومنین آپ نے اتنا بڑا بوجھ کیونکر اٹھا لیا تو میں نے یہ جواب دیا مجھے وہ بوجھ نہیں معلوم ہوا اس کا وزن مجھے صرف اسی قدر معلوم ہوا جتنا میری ڈھال کا وزن ہے۔ شیخ طوسی روایت کرتا ہے کہ خیبر کی جنگ میں ایک شخص بلند قامت قلعہ سے نکلا اس کا نام مرحب تھا اور یہودی اسے اپنا امیر سمجھتے تھے۔ شجاعت کی وجہ سے بھی اور دولت مندی کی وجہ سے بھی حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہر ایک صحابی اس کے پاس گیا مگر جب اس نے یہ کہا کہ میں مرحب ہوں اور حملہ کیا تو ایک صحابی

اور اونٹ اور اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موضع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ بنی خباب کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس اثناء میں کہ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (نہیں) بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ چادر جو کہ اسے خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر لپٹے گی ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتیوں کے) لایا اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے یہ فرمایا کہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے (بنکر تجھے چمٹے)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب خیبر فتح ہوا ہمنے کہا اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کے کھائیں گے ابن عمر کہتے ہم نے فتح خیبر سے پہلے پیٹ بھر کے نہیں کھایا۔

بھاگ گیا ایک کاہن نے مرحب سے کہدیا تھا کہ محمدؐ کا کوئی صحابی تجھ سے لڑنے کے لئے آئے تو اس پر حملہ کرنا تجھ سے مغلوب ہو جائے گا۔ مگر وہ شخص تیرے مقابلہ میں نکلے کہ جو اپنا نام حیدر بیان کرے تو تجھے بھاگ جانا چاہئے کیونکہ تو اگر اُس سے مقابلہ کرے گا تو قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور انور کا کوئی صحابی اُس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخر حضرت علی گئے اور جب اس نے ان کے مقابلہ میں یہ فرمایا کہ میری ماں نے میرا نام مرحب رکھا ہے تو حضرت علی نے اس کے مقابلہ میں یہ فرمایا کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ جب مرحب نے یہ نام سُنا تو کاہن کی نصیحت کو یاد کیا اور بھاگ گیا کہ اتنے میں شیطان یہودیوں کے ایک عالم کی صورت میں اُس کے سامنے نمودار ہوا اور مرحب سے کہا کہ تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میرا نام حیدر ہے۔ شیطان نے کہا پھر ہوا کری

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ پچھلے لوگ یکساں مفلس رہ جائیں گے تو جو قریہ فتح ہوتا اسے تقسیم کر دیا کرتا جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ لیکن اُسے خزانہ کے طور پر اُن کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں تاکہ وہ اُسے بانٹتے رہیں۔

حضرت عمر کہتے ہیں اگر پچھلے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو گاؤں فتح ہوتا اُسے میں بانٹ دیتا جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔

سفیان کہتے ہیں میں نے زہری سے سُنا جبکہ اسماعیل بن امیہ نے اس سے سوال کیا زہری نے کہا مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی کہ ابوہریرہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا (مجھے بھی غنیمت خیبر سے حصہ دیا جائے) سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ابوہریرہ کو نہ دیجیے گا۔ ابوہریرہ نے طنز اً کہا دیا رسول اللہ، یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اس نے جواب دیا سبحان اللہ کیا میں اُس پلہ سے بھی گیا گزرا جو کوہ ضان سے ابھی اُترا ہے اور زبیدی سے ذکر

اِس نے کہا کہ میں نے اپنی دایہ سے سُنا ہے کہ اُس شخص سے تو جنگ نہ کیجو جو اپنا
نام حیدر بتائے وہ تجھے قتل کر دے گا۔ شیطان نے کہا یہ بالکل غلط ہے تیری یاد
میں فرق ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تو اس عظمت و شوکت کے ساتھ ایک
عورت کے کہنے سے اِس جوان سے بھاگتا ہے۔ عورتوں کی باتیں اکثر غلط ثابت
ہوتی ہیں۔ حیدر کے نام کے دنیا میں بہت سے لوگ ہیں تو واپس آ شاید تو اُسے
قتل کر دے اور اپنی قوم کا بزرگ بن جائے۔ میں تیرے پیچھے یہودیوں کو ترغیب
دیتا ہوں وہ تیری مدد کریں گے چنانچہ یہ بیوقوف شیطان کے فریب میں آگیا اور
واپس آ کے حضرت علی کے قریب پہنچا آپ نے ایک ہی ضرب سے اس کا بھیجا پاش
پاش کر دیا۔ یہودی شکست کھا کے بھاگ گئے اور غل مچایا کہ مرحب مارا گیا۔ فقط
حیات القلوب والے کا بیان ختم ہوگیا۔ رافضیوں کے مجتہدوں کی یہ تاریخ ہے اور

کیا گیا ہے اِس نے زہری سے روایت کی زہری کہتے ہیں مجھے عقبہ بن سعید نے
خبر دی کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا وہ سعید بن عاص سے خبر بیان کرتے تھے۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان کو مدینہ سے نجد کی طرف کسی لشکر کا سردار بنا کر
روانہ کیا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں ابان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں بعد
فتح خیبر کے آئے اور اُن کے گھوڑوں کے تنگ چھال کے تھے (یعنی بہت بے سامان
تھے) ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابان وغیرہ کو حصہ غنیمت نہ
دیجئے گا۔ ابان نے جواب دیا اے بلہ کوہ ضان کے اترے ہوئے تو بھی یہ باب
کہتا ہے آپ نے فرمایا اے ابان بیٹھ جا اور ابان وغیرہ کو حصہ نہیں دیا عمرو بن یحییٰ
بن سعید کہتے ہیں مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ ابان بن سعید نے رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس آکر سلام علیک کی ابوہریرہ نے کہا یا رسول اللہ یہ ابن قوقل کا قاتل
ہے۔ ابان نے ابوہریرہ کو جواب دیا ہائے افسوس جنگل کوہ ضان کا یہ بھی ہم پر چڑھ کر آتا ہے
کہتا ہے میرے اوپر ایک شخص (ابن قوقل) کے مارنے کا عیب لگاتا ہے جسے اللہ نے میرے

یہ تحقیق ہے اُنھوں نے ایک معمولی واقعہ کو اس رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ وہ مثل قِصّہ کے ہوگیا وہاں نہ کوئی قلعہ تھا نہ اس کا کوئی دروازہ تھا کچھ بھی نہ تھا ایک معمولی مٹی کی گڑھی تھی جسے مسلمانوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا تھا جس کا یہ ڈھنڈورا مچا ہوا ہے اور فتح خیبر کا رونا رویا جا رہا ہے۔ غرض فتح ہونے کے بعد سب سے آخر قموص کے گڑھی والوں نے بھی اطاعت قبول کر لی اس شرط پر کہ اہل قلعہ جہاں چاہیں چلے جائیں اور اپنا کل مال و اسباب مسلمانوں کو دے جائیں یہودیوں کے ساتھ جب وہ قلعہ سے باہر نکلے تو کنانہ یہودیوں کا سردار بھی مع اپنے چچا کے باہر آیا۔ حضور انور نے اِس سے دریافت کیا کہ مال و اسباب کہاں ہے کنانہ اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ تو سب صرف ہوگیا اس سے لڑائی کا سامان خریدا اور کھایا پیا آن حضرت نے فرمایا کہ تم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ تم بالکل

ہاتھوں سے بزرگی دی (یعنی اُسے شہید کیا) اور اُسے اللہ نے میرے ذلیل کرنے سے باز رکھا (یعنی اگر وہ مجھے مار ڈالتا تو ہمیشہ کفر کے باعث دوزخ میں جلتا)

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا نے (کسی کو) ابو بکر صدیق کے پاس (اُن کے زمانہ خلافت میں) بھیجا اور کہا اپنا حِصّہ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مال سے جو کہ اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک سے بطور فے دیا تھا۔ اور جو کچھ خمس سے باقی رہ گیا تھا لینا چاہتی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ ہاں آل محمدؐ اس مال میں سے بقدر ضرورت لے سکتی ہے اور میں بخدا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خرچ کے طریقہ کو جس طرح آپ کے زمانہ میں تھا اس صورت سے ہرگز نہ بدلوں گا۔ اور جس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عملدرآمد کرتے تھے اسی طرح میں بھی کروں گا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت کے طور پر دینے سے انکار کر دیا حضرت فاطمہ ابو بکر پر خفا ہوئیں اور پھر ابو بکر سے نہ ملیں اور نہ کبھی

آزاد ہو جہاں چاہو چلے جاؤ۔ مگر مال مسلمانوں کے حوالہ کر جاؤ۔ تم جو کچھ کہتے ہو اسپر نظرِ ثانی کر دو اور سچ سچ بتا دو کہ مال ہے یا نہیں اس پر بھی کنانہ نے انکار کیا۔ حضور انور نے فرمایا کنانہ! اگر یہ بات غلط ہوئی تو تمہارا خون ہمارے لئے جائز ہو جائے گا اور پھر تمہیں امان نہیں دی جائے گی۔ کنانہ نے کہا بے شک اگر یہ بات غلط ہو تو آپ ہمیں قتل کر ڈالئے۔ حضور انور نے حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کو اس بات کا گواہ بنا دیا اور اس معاملہ کی اس طرح تکمیل کی ایک یہودی نے بطور مشورہ اور نصیحت کے کنانہ سے کہا کہ اگر تمہیں معلوم ہے کہ مال کہاں گیا یا خود تمہارے پاس ہے تو کیوں نہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیتے اگر مال ہوا اور انہیں اطلاع ہو گئی تو تم رسوا ہو گے۔ کنانہ نے یہودی کو بہت سخت سست کہا اور اس کی بات نہ مانی اتفاق سے ایک یہودی نے جس کا نام

بات کی پر حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہی تھیں جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر حضرت علی نے بوقت شب دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی کی بہت آبرو تھی جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں حضرت علی نے لوگوں کو ناراض پایا تو حضرت ابوبکر سے صلح اور بیعت کرنے کی درخواست کی اور اُن چھ ماہ میں (بوجہ تیمارداری فاطمہ) بیعت نہیں کی تھی حضرت ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نہ آئے (یہ اس واسطے کہا) کہ کہیں حضرت عمر نہ آجائیں حضرت عمر نے کہا ہرگز نہیں بخدا تم اکیلے اُن کے پاس نہ جانا حضرت ابوبکر نے کہا مجھے اُن سے یہ اُمید نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں گے بخدا میں تو اُن کے پاس (اکیلا) جاؤں گا حضرت ابوبکر اُن کے پاس گئے حضرت علی نے خدا کو شاہد بنا کر کہا ہم تمہاری بزرگی کو جو کچھ اللہ نے تمہیں عنایت کی ہے (خوب) جانتے ہیں اور ہم آپ سے حسد نہیں کرتے جو کچھ بہتری اللہ نے تمھیں دیدی لیکن

ثعلبہ بن ابی الحقیق تھا حضور انور سے بیان کیا کہ میں اس حال سے متعلق اتنا جانتا ہوں کہ کنانہ فلان ویرانہ کی طرف کئی کئی دفعہ گیا اور اس کے گرد پھرا ممکن ہے کہ اسی ویرانہ میں اس کا خزانہ مدفون ہو حضور انور نے ثعلبہ کے کہنے پر زبیر کو چند مسلمانوں کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا چنانچہ مسلمانوں نے اس ویرانہ کو جا کے کھودا اور مال نکل آیا لہذا معاہدہ کے مطابق کنانہ کا خون جائز ہو گیا حضور انور نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا انھوں نے اپنے شہید یا مقتول بھائی کے انتقام میں کنانہ کو قتل کر ڈالا۔ سر ولیم میور متوفی نے اپنی لائف اوف محمدؐ جلد ۴ صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے کہ آن حضرت نے کنانہ کو زندہ جلا دیا مگر اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ جلانے کی روایت کہاں سے اڑائی اس کے بعد کل عورتیں اور یہودی اور ان کا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا صفیہ کنانہ کی بیوہ دحیہ کلبی کے حصہ

تم امر خلافت میں خود مختار ہو گئے اور ہم قرابت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ عبث سمجھتے تھے کہ مشورہ میں ہمیں بھی لیا جائے گا حضرت ابو بکر کے آنسو بہنے لگے حضرت ابو بکر نے جواب دیا بخدا (صلہ رحمی) قرابت رسول اللہ کی مجھے اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے بہت زیادہ پسند ہے اور جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان اس مال میں اختلاف ہوا میں اس میں ہرگز خیر امر سے کوتاہی نہ کروں گا۔ اور میں نے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عملدرآمد کرتے ہوئے دیکھا ہے اسے کئے بغیر نہ چھوڑوں گا حضرت علی نے ابو بکر سے کہا کہ بیعت کے واسطے آپ سے زوال کے بعد کا وعدہ میں کرتا ہوں جب حضرت ابو بکر نے نماز ظہر پڑھی ممبر پر چڑھے اور کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی کا حال اور ان کا بیعت سے تخلف اور انکار و عذر کرنا جو کچھ انھوں نے عذر کیا تھا۔ سب بیان کیا پھر حضرت علی نے کلمۂ شہادت پڑھا اور طالب مغفرت کی اور ابو بکر کی تعظیم کی اور کہا جو کچھ قصہ کہ گذرا اس میں کچھ ہم ابو بکر سے حسد نہیں کرتے تھے اور نہ ان کی فضیلت خداداد کا انکار کرتے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے تھے

میں آئی حضور انور نے اس عورت پر رحم کھایا اور اس کے عوض کوئی رقم دیکے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ صفیہ اس احسان سے بہت مشکور ہوئی اور اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور انور اس سے نکاح کر لیں چنانچہ آپ نے منظور کر لیا۔ اسی شب زینب بنت حارث کی طرف سے جو مرحب کی بہن تھی۔ حضور انور کے پاس دعوت کا پیغام آیا آپ نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ بدنصیب کھانے میں زہر ملا کے لائی آپ نے اپنے صحابہ کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور جب آپ نے پہلا ہی لقمہ مونہ میں ڈالا تو فوراً پہچان لیا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے اسیوقت آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔ اس پر بشیر بن البراکہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ اس کھانے سے جب میں نے مونہ میں نوالہ ڈالا تو کراہت معلوم ہوئی میں چاہتا تھا کہ نوالہ کو

کہ مشورہ میں ہم بھی شریک کیئے جائینگے مگر حضرت ابوبکر ہم پر (بغیر ہمیں مشورہ میں شریک کئے) مستقل ہو گئے اس وجہ سے ہم اپنے دل میں رنجیدہ ہو گئے تھے۔ مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے اور بولے تم نے درست کہا اور مسلمان حضرت علی کے ساتھی تھے جبکہ انھوں نے امر بالمعروف کی طرف رجوع کیا (یعنی جب حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی سب مسلمان اُن کے دوست ہو گئے)

سعید بن المسیب ابی سعید خدری اور ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو خیبر پر عامل مقرر کیا تھا وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لایا آپ نے پوچھا کیا ساری خیبر کی کھجوریں ایسی ہیں وہ بولا نہیں یا رسول اللہ ہم اس کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع اس کے تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مت کر بلکہ بُری کھجوریں درہموں کے بدلے بیچ ڈال پھر درہموں کے بدلے عمدہ خریدے۔ عبدالعزیز بن محمد کہتے ہیں عبدالمجید سے روایت ہے وہ سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسعید اور ابوہریرہ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عدی کے بھائی انصاری

تھوک دوں مگر اس خیال سے کہ حضور انور میرے اس فعل کو مکروہ نہ جانیں میں نوالہ منہ میں لئے رہا۔ اس پر بھی بشیر مسموم ہو گئے اور سال بھر کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اسیوقت اُنھوں نے جان دیدی اور وہ شہید ہو گئے حضور انور نے حکم دیا کہ زینب اور یہودیوں کے سرداروں کو بلاؤ حکم ہوتے ہی وہ سب حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ سچ بتاؤ گی اُنھوں نے اقرار کیا کہ ہم سچ بتائیں گے۔ آپ نے ارشاد کیا تمہارے باپ اور جدِّ اعلےٰ کا کیا نام ہے اُنھوں نے نام بتایا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ان کا نام تو یہ تھا اس پر یہودی قائل ہو گئے اور کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر آپ نے زینب سے دریافت کیا کہ اس بکری کے بچّے کے گوشت میں زہر کس نے ملایا ہے زینب نے کہا میں نے ملایا تھا حضور انور نے ارشاد کیا کہ اس کی کیا وجہ زینب نے عرض کیا

کو خیبر پر امیر بنا کے روانہ کیا اور عبد المجید ابی صالح السمان سے اور وہ ابو ہریرہ اور ابو سعید سے مثل پہلی حدیث کے روایت کرتے ہیں۔

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا کہ وہ اس میں کھیتی کریں اور جو کام ہو وہ کریں اور جو اُسکی پیداوار ہو اس کا نصف لے لیں۔

اس بکری کا بیان جو خیبر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے زہر آلود کی گئی اسکو عروہ نے حضرت عائشہ سے اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی نے زہر آلود بکری ہدیہ بھیجی۔

کہ اس جنگ میں میرا باپ میرا بھائی اور میرا شوہر اور میرا چچا قتل ہو گئے ہیں نے خیال کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو گے تو اسے کھا کے مرجاؤ گے اور خلقت تمہاری آفت سے خلاصی پا جائے گی اور اگر آپ سچے پیغمبر ہوں گے تو خداوند تعالےٰ زہر کی کیفیت سے تمھیں اطلاع دیدے گا اور کوئی مضرت آپ کو نہیں پہنچے گی آپ نے اس پر رحم کھایا اور اسے چھوڑ دیا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے غلطی سے یہ لکھا ہے کہ آپ نے اُسے قتل کر دیا مگر یہ بات غلط ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زینب کو قید کر دیا تھا اگرچہ ہشامی اور کاتب الواقدی نے اس کے قتل کی نسبت روایت نقل کی ہے۔ اس زہر کا اثر حضور انور کے خون میں دم وصال تک رہا اور یہی کیفیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رہی۔

قانون جنگ کے مطابق حضور انور نے اہل خیبر کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا وہ یہ سنکے رونے پیٹنے لگے اور حضور انور سے عرض کیا کہ ہماری کل زمینیں اور باغات مسلمانوں کو ٹھیکہ دیدیئے جائیں ہم وہاں کام کریں گے ہمیں ہمارے کام کی صرف مزدوری مل جایا کرے چنانچہ حضور انور نے ان پر رحم فرمایا اور اُنسے یہ معاہدہ کیا کہ یہ باغات اور زمین ہم تمہارے سپرد کر دیتے ہیں مسلمانوں کو ان پر قبضہ نہیں دیتے صرف اتنی بات ہونی چاہیئے کہ سالانہ آمدنی میں سے نصف بیت المال میں داخل کر دو اور نصف اپنی اجرت کا خود لیلو۔ حضور انور فدک کیطرف بڑھے جو یہودیوں کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور خیبر سے کچھ دور فاصلہ پر نہیں تھا آپنے محیصہ بن مسعود کو اہل فدک کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ ان کے آگے یہ شرط نامہ پیش کرو اگر ان شرائط پر وہ راضی ہو جائیں تو ان سے کچھ سروکار نہ رکھو اور اگر راضی نہ ہوں تو جنگ کا اعلان دیدو چنانچہ محیصہ نے ساری شرطیں اہل فدک کے آگے پیش کر دیں یہودیوں نے کہا کہ عامر۔ یاسر۔ حارث اور سند یہ بڑے بڑے سردار۔ بمقام نطاط موجود ہیں اور ان کے ساتھ دس ہزار خونخوار فوج ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایسی جرأت ہو گئی کہ وہ ایسے خونخوار

کثیر التعداد لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہیں محیصہ نے جب یہ دیکھا کہ اہل فدک برسرِ صلح نہیں ہیں تو مجبوراً اس پر بھی اُنھوں نے وہاں دو دن قیام کیا اور انھیں اپنے خیال پر نظرِ ثانی کرنے کی مہلت دی مگر دو دن تک کوئی جواب یہودیوں کیطرف سے اس کے علاوہ نہیں ملا۔ آخر محیصہ واپس آنے لگے یہودیوں نے جب آپ کے جانے کی خبر سُنی تو کہا کہ آپ ذرا اور صبر کریں ہم اپنے سرداروں سے مشورہ کرلیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے چند سرداروں کو آپ کے ساتھ کردیں وہ خود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آگے جاکے صلح کی شرطیں طے کرلیں گے اِسی اثناء میں اہل ناعم کے قتل کی خبریں فدک والوں کو پہنچیں۔ یہ سُنکے وہ بہت ہی ہراساں ہوئے اور محیصہ سے کہا کہ اہلِ خیبر اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے اُسے تم راز میں رکھنا ہم تمہارے منشاء کے مطابق ساری باتیں کردیں گے۔ چنانچہ وہ خاموش ہورہے۔ یہودیوں نے اس کے بعد اپنے سردار نون بن یوشع کو ڈیپوٹیشن سرکردہ بناکر حضورِ انور کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ صلح نامہ لکھا جائے چنانچہ یہ ڈیپوٹیشن نون کی سرکردگی میں حضورِ انور کی خدمت میں پہنچا اور آخر باہم صلح نامہ ہوگیا۔ شرط وہی ہوئی جو مذکور معاہدہ میں ہوچکی تھی کہ یہودی خود کام کریں آمدنی نصف رسول اللہ کی خدمت میں پیش کردیں بیت المال کیلئے اور نصف خود لیں۔ حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں نصف حصّہ زمین کو جو یہودیوں کے پاس تھی پانچ ہزار درم میں خرید کے بنی فاطمہ کو دیدی تھی اس کم قیمت ٹکڑہ زمین کا جھگڑا اس قدر پھیلا کہ اس نے زمین آسمان سر پر اُٹھالیا رسول اللہ کی زندگی میں فدک آپ کی ذات کے لئے مخصوص نہیں ہوا تھا نہ آپ نے اسے اپنے ساتھ مخصوص کرنا چاہا تھا۔ اس کی آمدنی کا نصف حصّہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا۔ اور آپ اسے بیت المال میں داخل کردیتے تھے حضرت علی نے اس پر حضور کی وصال کے بعد براہ راست قبضہ کرنا چاہا اس پر حضرت عباس نے اعتراض کیا کہ علی کے علاوہ ہمارا بھی حق ہے چنانچہ حضرت ابوبکر نے اس کا انتظام حضرت عباس اور

حضرت علی کے سپرد کر دیا اور یہ حکم دیا کہ اس کی آمدنی آپس میں تقسیم کر لی جائے اس آمدنی کے تقسیم ہونے پر حضرت علی اور عباس میں کئی دفعہ جھگڑا ہوا اور جھگڑے کی حد یہاں تک پہنچی کہ سخت کلامی تک نوبت آگئی حضرت عباس کا منشا یہ تھا کہ گورنمنٹ مدینہ اس پر قبضہ رکھنے خود اس کی آمدنی وصول کرے اور باقاعدہ طور پر ہم میں تقسیم کر دے مگر حضرت علی یہ نہیں چاہتے تھے۔ نہ حضرت عمر کا یہ منشا تھا کہ بنو ہاشم کے معاملہ میں دخل دیا جائے اس لئے فدک کو آپ نے حضرت علی کے سپرد کر دیا اور اخیر زمانہ تک یہ فدک حضرت علی کے قبضہ میں رہا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد اس پر قابض رہی۔ اس فدک کا مفصل حال مولانا مہدی علی صاحب محسن الملک نے اپنی کتاب آیات بینات میں واضح طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں ناظر کتاب کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں۔ (و ہو ہذا)

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینہ سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳۷ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں راہ مدینہ سے دو یا تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اسے خدا نے اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فئے کیا تھا اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اس میں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے فتح الباری شرح صحیح بخاری

کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ فدک ایک قصبہ کا نام ہے اس میں اور مدینہ
میں تین دن کا فاصلہ ہے قاضی نور اللہ تستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب
ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا جھوٹ ہے
اس وجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے
کہ عمر رضؓ نے جو حجتیں بیان کیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے لئے
صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی
صاحب عماد الاسلام کے دسویں باب کی فصل اوّل میں شرح نہج البلاغۃ ابن
ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو
قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اس حدود بندی
کا قصہ اُنھوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں
جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان
حضرت امام جعفر صادق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہا
اے محمد اُٹھو خدائے تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے
لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں۔ آپ جبرئیل کے ساتھ
اُٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے
پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک
کی حد بند کر دی ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے
ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پروں سے
جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اسی قریہ یا بلدہ کے تھے جو ایک گاؤں مدینہ
سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام

موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے جس کی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور
تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تھی۔ اور جس کی نسبت
ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے اور تیسری وہ روایت ہے جسے
اب ہم بیان کرتے ہیں۔

بحارالانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ
ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ آپ فدک لے لیجئے
حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید ان سے فدک کے لئے کہتا تو
انکار ہی کرتے۔ آخر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے
نہ لوں گا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جائے۔ ہارون رشید نے کہا
اچھا اس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اس کے حدود بتائے
تو تم ہرگز نہ دو گے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دونگا
تب امام نے کہا پہلی حد اس کی عدن ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر
ہوگیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری سمرقند ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ
تمتمانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اس کی افریقہ ہے یہ سنکر ہارون رشید کا
چہرہ سیاہ ہوگیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ
سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی
نہ چھوڑا امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود
بتاؤں گا تو تم کبھی نہ دو گے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کر لیا
اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد
اس کی عریش مصر۔ اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی
تھی اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اس پر امام نے کہا کہ
یہ سب یہودیوں کے قبضہ میں ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اس کو خدا و رسول
نے اپنے لئے بغیر جنگ و جدال کے کر لیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو حکم دیدیا کہ یہ حضرت فاطمہ کو دیدو۔
ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حد بندیاں جو بیاں کی گئیں اس کے خلاف ہیں جو لغت نویسوں نے بیاں کی ہیں اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعوے اُن سب پر تھا۔ اور فدک کا نام حرف مثالاً اور تغلیباً تھا (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں اسے ہم نے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کے قبضہ میں تھا وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اُوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام اُنھیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہوا وس میں سے نصف وہ لوگ لے لیا کریں۔ اور نصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیدیا کریں۔ چنانچہ مطابق اس کے ہر سال پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصّہ نصف لے آتے۔ اور جو غلّہ وہاں سے آتا اُ سے حضرت اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے۔
مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ مُلّا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہّد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کریں کہ اس زمانہ کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہیں اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اسکا ہوتا ہے

اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داؤد اپنی سُنن میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے میں آنے کا قصّہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو اُن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دیدیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کو اہلِ فدک نے سُنا اور اُنھوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ اہلِ خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اُسی اثناء میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں والوں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر میں آیۂ ما افاء اللہ علے رسولہ منھم کے شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلا وطن کر دیئے گئے تھے اور اُن کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتھیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیےٰ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید

نے ابن شہاب سے اور انھوں نے مالک بن اوّس سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال اور چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کر لے) اوّل بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لئے روک لئے تھے اور فدک مسافروں کے لئے تھا اور خیبر کے تین حصّے کر کے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے تھے اور ایک حصّہ اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوئے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہلِ فدک کے پاس دعوۃ اسلام کرنے کو بھیجا اُن کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیوں نے نصف حصّہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے سواروں میں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا اِس لئے یہ حصّہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اُن کے صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی اُس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خیثمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا اُنھوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اُن کو نکال باہر کیا (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اس کے تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی لکھا ہے۔

قاضی نور اللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مؤلف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالےٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فے کیا تھا۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں جا کے

اترے اور اُنکے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اُن پر حصار کی سختی ہوئی تو اُنھوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اُن کے جلاوطن ہونے پر اُن کو اجازت دیدیں آپ نے اس کو منظور کرلیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پہنچی تو اُنھوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہم سے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلیں آپ نے اسکو بھی منظور کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جس پر گھوڑوں اور شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی اس لئے یہ خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور بحارالانوار میں بروایت امام جعفر صادق فدک آنحضرتؐ کے قبضہ مین آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے جب آپ اُس سے لوٹے اور راستہ میں کسی جگہ ٹھیرے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اُٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے لئے زمین ایسی لپیٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہنچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑوں کا آنا سُنا تو اُن کو یہ خیال ہوا کہ اُن کا کوئی دشمن چڑھ آیا انھوں نے شہر کے دروازے بند کردیئے اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بوڑھیا رہتی تھی اسکو کنجیاں دروازوں کی دے کر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبرئیل بوڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لیکر شہر کے دروازے کھولے پیغمبرؐ نے اس کے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبرئیل نے کہا۔ اے محمدؐ یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالے نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے ما افاء اللہ علی رسولہ الخ۔ پھر جبرئیل نے دروازے بند کردیئے اور کنجیاں آپ کو دیدیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلہ میں پہنچ گئے۔ اور لوگ اس وقت تک اپنے مقاموں پر بیٹھے

ہوئے تھے متفرق نہ ہوئے تھے اور نہ کہیں گئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا
کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالے نے مجھی کو غنیمت میں اس کو دیا ہے۔ منافقین
نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہیں فدک
کی اور اُن کو اپنے غلاف سیف میں سے نکالکر دکھلائیں۔ پھر لوگ سوار ہوئے
اور جب مدینہ میں پہنچے تو آپ فاطمہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے
باپ کو اللہ تعالے نے غنیمت میں فدک دیا ہے اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے
خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے میں اس میں جو چاہوں سو کروں الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک
عجیب و غریب روایت کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور
جس میں ان کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبر صؐ کے آیا تھا اور اس سے
ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن
محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اُس نے عبید بن یحیٰی سے اور اس
نے محمد بن علی بن الحسین سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس
آئے اور آنحضرت نے اپنے ہتیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علی نے
بھی اپنے ہتیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدھی رات کو اس طرف چلے جسے
کوئی نہیں جانتا تھا اور جہاں خدا نے ان کو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ فدک
میں پہنچے اس وقت آپ نے علی سے کہا یا تم مجھے اُٹھا کر لیچلو یا میں تم کو اٹھا کر لیچلوں
حضرت علی نے عرض کیا کہ میں آپ کو اُٹھا کر لیچلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں
لیچلوں گا۔ پس آپ نے علی کو اپنے بازو پر اُٹھا لیا اور لے چلے یہاں تک کہ قلعہ فدک
کی شہر پناہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے علی قلعہ میں داخل ہوئے اور ان کے پاس
آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہاں جاکر علی نے اذان دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے
اس آواز کو سُنکر گھبرائے ہوئے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے

پھر اُن کے سامنے آنحضرت آگئے اور علی بھی ان کی طرف پہنچ گئے۔ پھر علی نے اٹھارہ آدمی ان کے سرداروں اور بزرگوں میں سے قتل کئے اور باقیوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اور آنحضرت نے اُن کے بچوں کو اپنے آگے کر لیا اور جو اُن میں سے بچے اُن کے مال و اسباب ان کی گردنوں پر رکھکر مدینہ کو لے گئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے میں تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے فدک آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے مخصوص ہوا اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹۰ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اُن اموال میں سے ہے جس کو فے کہتے ہیں اس لئے اب ہم فے کے معنے اور اس کا مصرف بیان کرتے ہیں۔

فے کے معنے اور اسکا مصرف

لسان العرب میں ہے کہ فے اس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوا ہو۔ اصل میں فے کے معنے رجوع کے ہیں گویا اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا انہیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فے اس سایہ کو کہتے ہیں جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اُس کا مصرف کیا ہے۔ آیۂ مفصلۂ ذیل میں جو سورۂ حشر میں واقع ہے مذکور ہے خدا وند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء ط واللہ علی کل شئی قدیر ۝ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ و للرسول ولذی القربیٰ والیتمٰی والمساکین وابن السبیل الآیۃ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۲ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مبرد کا قول ہے کہ فاء یفیٔ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ

بولتے ہیں - ازہری کا قول ہے کہ فئے اُن مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانوں کو دلواتا ہے - اس کی کئی صورتین ہیں مخالفین اپنے وطنوں سے نکل جاویں اور اُن کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ جاوین - یا جزیہ پر صلح کرلیں جس کو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کریں - یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ میں دے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کیو قت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیاروں کے اور جس چیز سے چاہیں بھرلیں اور باقی ماندہ چھوڑ جاویں پس یہ باقی ماندہ مال فئے تھا - یہی وہ مال تھا جس کو خدا نے کفار سے مسلمانوں کی طرف پھیر دیا - اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے - اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا و جیفا سے ہے - وجف کے معنے تیز روی کے ہیں جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہیں - اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہیں - عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہیں اور گھوڑے کے سوار کو فارس - اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپ نے مال غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کردیجئے - اِس پر خدا تعالےٰ نے اُن دونوں چیزون میں فرق بیان کر دیا - کہ مال غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں تم نے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑوں اور اونٹوں سے اس پر حملہ کیا ہو - اور فئے اِس کے خلاف ہے اس کے حاصل کرنے میں تم کو کچھ تکان نہیں ہوئی اس لئے رسول اللہ صلعم کی سپردگی میں رہے گا - وہ جہان چاہیں اس کو صرف کریں -

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق سوال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے اس لئے چاہئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فئے کے - اور اس کا وہ یہ جواب دیتے

ہیں کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں ۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے
متعلق نہیں ہے بلکہ فدک کے متعلق ہے ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر
کے اموال کے متعلق ہے ۔ مگر جب اُن سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانوں کے
پاس گھوڑوں اور اونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی
وہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل تھے مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے
صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے ۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی
ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اس لئے خدا تعالےٰ نے
ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے
ہیں ۔ اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا ۔ اس کے بعد ایک روایت
میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالوں کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا ۔ انصار
میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا ۔ جو حاجت مند تھے ۔ ابو دجانہ اور سہل بن
حنیف اور حارث بن صمہ ۔ اُن اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں
آئے اور بعد آپ کے خلفاء اور ائمہ اس پر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اُن کے
اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ فئے
جسے کہتے ہیں اس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے
اور اُن اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفاء اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ ۔ چنانچہ
اسے ہم بیان کرتے ہیں ۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث
میں آیا ہے ۔ اس کے دو معنے ہیں ایک عام اور ایک خاص ۔ کبھی وہ اپنے عام
معنی میں اُن اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر
کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں ۔ اور ان معنے میں
صدقہ زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو
شامل ہے ۔ اور کبھی مخصوص معنے میں اس کا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف

زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنے خیرات ہوتی ہے - اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنے زکوٰۃ اور خیرات -

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں - زکوٰۃ[1] - غنیمت[2] فیے[3] - زکوٰۃ پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے اور اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے - غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں ہاتھ آئے اور اسی کو بعض انفال بھی کہتے ہیں - اور اس کا ذکر سورۂ انفال میں آیا ہے

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالےٰ فرماتا ہے - انما الصدقت للفقراء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ٥ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنے وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں - اور مسکین یعنے وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد مل سکتی ہو اور اِن کی تالیف قلوب منظور ہو - اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافروں کو دیا جاوے - پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندوں سے مال لے تے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے اس لئے خدا نے اِس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اِس میں سے کوئی حصّہ لیتے ہیں نہ اسمیں سے کوئی حصّہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے - پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے

فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئاً ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمہیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف خزانچی ہوں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں -

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع میں خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الانفال، قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ۝ یعنے پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمدؐ مال غنیمت کی نسبت کہدے ان سے کہ یہ اللہ اور اُس کے رسول کا ہے۔ سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نکرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اس کے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیساکہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جس کی نسبت ہی صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھائی یعنے چہارم حصّہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنے والوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اس طور پر زبردست اور تونگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا اور چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اِس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ چوتھائی اور صفی (یعنے جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں اس پر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اِس پر کچھ جھگڑا نکرو۔

واضح ہو کہ للہ والرسول سے یہ مراد نہیں ہے کہ خدا کے لئے نصف حِصّہ ہوا اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اُس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی

ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعوے نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دے ۔ اس طرح پر کیا جائے گا

پھر اسی صورت کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا ۔ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل ؕ کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہنچانے اور اُن کی حاجت برلانے کے لئے رہے گا ۔ اور چار خمس اُن لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا ۔

الفاظ "لذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہی کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے لئے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے ۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال متاع حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے ۔ اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اُسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انھیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لئے وہ اس کے صرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے ۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھکر دشمن

دشمنِ اسلام ، بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے ۔ کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادات اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل و عیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لئے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ ہو جاتا آپکو چین نہ آتا ۔ واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی میں ہے کہ ،، قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بھما یضعانہا حیث شاءا کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں تہذیب میں امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں ۔ جو بغیر خونریزی کے صلح حاصل ہوا ہو ۔ اور فئے اور انفال ایک چیز ہے ۔ فئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورہ حشر میں بیان کی گئی ہیں ۔ پہلی آیت یہ ہے ۔ وما افاء اللہ علےٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علےٰ من یشاء واللہ علےٰ کل شیئ قدیر ۝ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنے کفار کا مال اسے دلاتا ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہیں گئے اور تم کو لڑائی نہیں کرنی پڑی اس لئے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی ۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے ،، ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل ،، کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اس کے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لئے ہے ۔ فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ

مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال تھا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔

جو بات آپ کی خصلت اور عادت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنے جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جس کو جی چاہتا دیدیتے اور جس کو نچاہتا ندیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصرف کرتے تھے جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اس کے مولیٰ کا حکم ہو وہاں صرف کرے۔ اور اس کی تشریح خود آپ نے فرما دی ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اُس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ایک سال کے خرچ کے لایق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا ساتھیوں میں سے حصّہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اس کی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضہ میں رہے گا کہ اس کو اسلام کی ضرورتوں اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی اور اس کے انتظام کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوئی۔ اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں پر تقسیم ہو جاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا گیا کہ وہ ملکی

ضرورتوں میں کام آوے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہوں اور وہ زمین جس کے رہنے والے نکال دئیے گئے ہوں اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہیں۔ اور وہ خدا اور اُس کے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اُس کا جو اس کے قایم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسیواسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قایم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وہی اللہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے جو حضرت امام جعفر صادق نے فرمائے بے معنی ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادق الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض جلی اہلہا عنہا بغیر قتال وسماہا الفقہاء فیئا والارضون الموات والاجام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لاوارث لہ وہی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ"

اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیہم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فہو لرسول للہ وہو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اُن کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے ورنہ حضرت امام جعفر صادق جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے معتقد ہوتے تھے یہ نفرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ

خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہنچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب مُلک وسیاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے ایک ذاتی اور خانگی۔ دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائیداد اُن کے قبضہ میں ہوتی ہے وہ اُن کا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائیداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کیجاتی ہے جس کو اس زمانہ میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہیں۔ پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اس کے قایم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئی" میں جہاں خمس کے صرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں "وفی الکافی عن الرضا انہ سُئل عن ہذہ الآیۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ہو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فہو للامام" کہ حضرت امام موسے رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ "ان للہ خمسہ وللرسول" میں جو حصّہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہنچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قایم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ "سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام" خدا اور رسول کے حصّہ کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنے مسلمانوں کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر ومصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں "قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم للہ وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ

وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام الرسول و مساکینہم وابناء سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالیٰ قد الزمہ ما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ "ما افاء اللہ علے رسولہ" الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے اُس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے اُن کی زندگی میں اور بعد اُن کے اُس آدمی کے اختیار میں جو ائمہ دین سے اُن کا قایم مقام ہو اور اُن کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیر المومنین کا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں "سوم فئے است (یعنے اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی ہست کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد دہند در حیات وی وبعد از وی کسے راکہ قایم مقامی وے باشد از ائمہ دین وایشان بہرکس کہ خواہند دہند وبہرچہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین است صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیر المومنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اس کی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسی کے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر وفقہائے ما بر انند کہ مستحقان فئے وخمس بنوہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس" اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اِس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جایداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیۃ "

ما افاء اللہ علے رسولہ من اہل القریٰ" میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے اُن میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبر گیری کے واسطے ہے ۔ اور یہ مثل اُس کے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اُس کے مصارف بتا دے بلاشبہ اُس حاکم کو اختیار ہوتا ہے ۔ کہ جو کچھ اس کی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اُس میں سے لگا لکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اُن مصارف میں صرف کرے جو اُس کے بادشاہ نے بتا دیئے ہیں نہ یہ کہ اُس کے اختیار میں آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائیداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اُسے بہ طور میراث کے اپنے ورثا پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جائے اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اس کے مصارف بتا دیئے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اس کے شریک نہ کئے جاتے ۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے "

کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" یہ حکم ہم نے اِس لئے دیا ہے کہ مال فئے اغنیا ہی کے ساتھ مخصوص نہو جائے کہ دست بدست اُن میں پھرتا ۔ ہے اور ایسی صورت تبھی ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہو جائے اور اباعن جد ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے ۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق سبحانہ آنرا (یعنے فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید وقسمت آن را بروجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت وفرمود کہ بریں طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تانباشد آن فئے دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گرداں بین الاغنیاء منکم میان توانگران

از شما کہ بآں مکاثرت کنید و بقوت وغلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا سا اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود" اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ خطاب باہل ایمان ہست غیر از پیغمبر و اہل بیت وے صلوات اللہ علیہم اجمعین لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدای کا تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربے سے بھی مراد امام ہے نہ قرابت دار اس لئے کہ پیغمبر کا قایم مقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہئیے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ از علم الہدی نقل ست کہ ذی القربے کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند برآنکہ مراد ازاں امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربے واقع مے شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ "کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" کے لکھتے ہیں کہ الدولۃ اسم للشئ الذی یتداولہ القوم بینہم یکون ہذا مرۃ و ہذا مرۃ اے یلا یکون الفئ متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ و ہذا الخطاب للمومنین دون اہل بیتہ علیہم السلام وفی ہذا الایۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ و ہذا قسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابہم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاہم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریہم ونساءہم وقسم اموالہم علے المہاجرین ومن اہل مکۃ یعنے اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ جو نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور ان کی جانوں کے باب میں اُن پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دے کر جلا وطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا اور اُن کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصّہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اس پر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لائیں بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی اُنھیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال میں بسبب اس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہیں ہوسکتی تھی اور چونکہ فدک اموال فئے میں سے تھا اس لئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنےٰ بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرائے احکام میراث سے مستثنےٰ رہتا۔

اسی سے بعض دوراندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوے فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جانکے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہ کا دعوےٰ ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہیں اور اسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علما نے اس کی نسبت سنیوں کی روایتوں سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۷۹ سے ملاحظہ ہو)

بحث متعلق ہبہ فدک

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے اُن بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرام کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہوگا۔ ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اول کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جس کو جناب سید مرتضےٰ ملقب بعلم الہدےٰ نے قاضی عبد الجبار کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مولف ۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اس کی نسبت یہ لکھا گیا "وہو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابدًا ولو کان بعضہم لبعض ظہیر الان اجدادہ الطاہرین کانوالہ فی نصرۃ لہم ہادیا ومؤیدا ونصیراً۔ کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جس کے مانند گزشتہ زمانہ میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکے گا۔ اِس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے لکھا اور اُس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مؤلف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری میں لکھی گئی۔ اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے "وہو کاصلہ یات مصنف ولا مؤلف بمثالہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء" کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد میں نہیں لکھی۔

حضور انور جب خیبر سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے تو آپ نے راستہ میں ۔ وادی القرےٰ کا محاصرہ کر لیا ۔ ایک یا دو دن تک تو یہودی خفیف سا مقابلہ کرتے رہے ۔ مگر اخیر میں اُنھوں نے اطاعت قبول کر لی اس طرح گویا یہودیوں پر کامل ان قبائل پر جو مدینہ کے شمال میں آباد تھے مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی ۔

بہ نسبت اور قلعوں کے خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھ غنیمت کا مال زیادہ لگا سینکڑوں من کھجوریں ۔ تیل ۔ شہد ۔ جو ۔ ہزاروں بھیڑیں اور اُونٹ ۔ ان کے علاوہ معقول جواہرات اور چاندی سونے کے سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ۔ کل مال غنیمت کا پانچواں حصّہ حسب قاعدہ حضورِ انور نے لیا تاکہ آپ غریب مسلمانوں کو اور اپنے کنبہ والوں کو اس میں سے تقسیم کریں ۔ باقی چار حصّہ میں سے بہت سا سامان

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جلال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجا بتو خدابندہ کے سامنے علماء اہلِ سُنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے ہیں مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیقت اس طور سے ثابت کی کہ علماء اہلِ سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے ۔ اور اس کے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق والصواب تصنیف کی ۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علماء اور اکابر کے شیعہ ہو گیا اور باوجودیکہ اس زمانہ میں علماء اہلِ سُنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولےٰ نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی

غیر ضروری سمجھا گیا نیلام کر دیا گیا۔ اس کے بعد نقد روپیہ مع کل سامان کے اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

گاؤں اور زمینیں دوسرے اصول پر یہودیوں کے حوالے کی گئیں اور اس میں سے ایک حصہ خاص حضور انور کی تحویل میں رہا اسی طرح قلعوں کی بھی تقسیم ہو گئی وہ زمینیں جو معاہدہ کی رو سے یہودیوں کے حوالے کر دی تھیں اس کے متعلق متوفی میور حسب عادت یہ چوٹ کرتا ہے "چونکہ یہودیوں سے بہتر کاشتکار و زمیندار سے ملک میں نہیں مل سکتے تھے لہذا حضور انور نے اس مصلحت سے اُن کو ان زمینوں پر قابض رکھا اس قسم کی بے سروپا نکتہ چینیاں بغیر کسی شہادت اور دلیل کرنا بیچارے متوفی میور اور اس کے ہم خیال کرسٹانوں کا طریقہ ہے اس نیک نہاد نے بغیر کسی تاریخی ثبوت کے کس طرح یہ لکھ دیا کہ یہودیوں سے بہتر کاشتکار وہاں نہیں مل سکتے تھے۔

جرائت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں صدی کے آخیر میں لکھی گئی ہے۔ اُس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ ساتویں صدی میں ایک مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جس کے مصنف نقبۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہیں۔ جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ھ ہجری میں اُنھوں نے وفات پائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو بقیۃً ایک ذمی کیطرف سے لکھا ہے اور اس کا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اُس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سنکر ارادہ کیا مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے

حقیقت میں حسد انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور اسی حسد کی وجہ سے میور نے اپنی تمام عمر اور تحقیق میں مسلمانوں اور ان کے معصوم پیغمبر میں سوائے عیبوں کے کوئی ہنر نہیں دیکھا۔

یہودیوں کا قبضہ ان زمینوں پر حضرت فاروق اعظم کی خلافت تک رہا۔ مگر جب اُن سے خلاف معاہدہ باتیں سرزد ہوئیں تو حضرت عمر نے انھیں خیبر سے نکال باہر کیا۔

میور یہ کہتا ہے چونکہ اس زمانہ میں مسلمان کاشتکار کثرت سے ہو گئے تھے لہذا یہودیوں کو نکال دیا گیا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ زمینداروں یعنی مسلمانوں اور کاشتکاروں یعنی یہودیوں میں مالگزاری کی آمدنی کے متعلق ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہتا تھا چنانچہ ایک دفعہ بہت سخت جھگڑا ہوا جسے ہشامی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے "یہودیوں نے پیداوار کی قیمت کم تجویز کی تھی اور

زمانہ میں ستھے نہ اُن کے اصحاب کے اور نہ عقائد میں باہم متفق ۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں ۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبروں کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں ۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علماء سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اُن سے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور اُن کے مذہب کی برائی انھیں کی کتابوں سے ثابت کی ۔ گویا اس پیرائے میں علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے ۔ اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے ۔ اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصّہ اُن کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے ۔

اس کے بعد قاضی نور اللہ تستری ستھے نہایت مشہور کتاب ... [illegible]

مسلمانوں سے زیادہ - اخیر مسلمانون نے یہ کہاکہ جو قیمت تم تجویز کرتے ہو ہم سے کل کی کل لیلو اور پیداوار ہم کو دیدو - اگر تم پیداوار لینا چاہتے ہو تو کل کی کل قیمت ہمارے حوالے کردو - اس قسم کے جھگڑے وہاں روزمرہ رہتے تھے ایک دفعہ ایک صحابی خیبر کے گاؤں میں قتل کرڈالا گیا - مگر تحقیق کے بعد قاتل کا پتہ نہ لگا - مگر اس بات کی موجہ وجہ یہ موجود تھی کہ اس صحابی کا قاتل سوائے یہودیوں کے اور کون ہوسکتا تھا - دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ حضرت فاروق اعظم کا بیٹا عبد اللہ خیبر کے ایک گاؤں میں سخت زخمی کرڈالا گیا مگر پھر بھی زخمی کرنے والوں کا پتہ نہ لگا - ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ خیبر کے یہودی مثل ٹھیکہ والوں کے تھے اور مسلمانوں کو اپنے مصالحہ ملکی کے لحاظ سے یہ حق حاصل تھا کہ جس وقت چاہیں یہودیوں کو نکال باہر کریں -

---

اُن میں سے احقاق الحق نہایت بسوط اور مشہور کتاب ہے - جو جواب میں ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا - قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے -

گیارہویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے - اس کی آٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے " باب نزول الآیات فی امر فدک و قصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ " اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے -

تیرہویں صدی میں ایک نیا دور شروع اور ہندوستان میں شیعہ سنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا - تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء و

یہ تو تیرہ سو برس کا واقعہ ہے جسے میور متوفی ظلم قرار دیتا ہے مگر موجودہ یورپی تمدن میں اور تہذیب و شائستگی کی روشنی میں حکومت روسیہ کا لاکھوں یہودیوں کو اپنی عملداری سے خارج کرنا اور بلاقصور اُن کی کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لینا متوفی میور کے ہم خیالوں کی نظروں میں ظلم نہیں قرار پایا۔
خیبر ہی کی فتح کے زمانہ میں گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی کاتب الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۲۲ میں لکھا ہے کہ مسلمان سپاہی گدھے کا گوشت اپنی پتیلیوں میں پکا رہے تھے جس وقت یہ حکم صادر ہوا ہے کہ گدھے کا کھانا منع ہے تو مسلمان سپاہیوں نے فوراً اپنی پتیلیاں زمین پر الٹ دیں اُس کے بجائے گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم دیدیا۔ اب بھی مسلمان دوسرے ممالک میں سوائے ہندوستان کے گھوڑے کا گھوشت آزادی سے

مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے۔ اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی۔ اُن کتابوں میں سے جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں کہ "انا نجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الے کافۃ الانس والجان اعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح این معضلہ دل دوز مخالفین را چنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالا تر ازان بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک

کھاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں نسل کی کمزوری کی وجہ سے گھوڑے کا گوشت مثل ممنوع شئے کے ہوگیا عالمگیر اورنگ زیب کے وقت میں اطالی سیاح برمینر کا بیان ہے کہ میں نے ہر مقام پر گھوڑے کا گوشت فروخت ہوتے ہوئے دیکھا بکرے یا دنبے صرف مریضوں کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔ یورپ میں اور بالخصوص فرانس میں آج کل بھی گھوڑے کا گوشت بکثرت کھایا جاتا ہے۔

بخاری نے گدھے کے گوشت کی حرمت میں حسب ذیل حدیثیں اپنی کتاب صحیح میں روایت کی ہیں۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسا اونٹ ہکانے والا ہے (جو شعر پڑھ رہا ہے) لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا اللہ اس پر

استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہماں کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول و ثانی می سازد۔

سوائے اِن کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی ہیں جنمیں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اُن کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاجار کے زمانہ میں تھے دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسمٰعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی دوسری جلد خاص امامت کی بحث میں ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضائی شرح خطبۃ الزہرا ہے جس کے ۴۰۷ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع ان روایات اور مباحث کے جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف

رحم کرے حضرت عمر نے کہا یا نبی اللہ (عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہوگئی اس دعا سے آپ نے ہمیں بھی فائدہ کیوں نہ دیا۔ (سلمہ بن اکوع کہتے ہیں) پھر ہم نے جاکر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثناء میں ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی۔ بروز فتح مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی آپ نے پوچھا یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے نیچے تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے جواب دیا گوشت کے نیچے آپ نے پوچھا کس کے گوشت کے نیچے (جلا رہے ہو) انھوں نے جواب دیا گدھوں کے گوشت کے نیچے ہے آپ نے فرمایا اسے گرادو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے کہا ہم اسے گرادیں اور ہنڈیوں کو دھولیں آپ نے فرمایا یہ (کرلو) پھر جب قوم صف بندی کرچکی باوجودیکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پھیلا پلٹ کے عامر ہی کے گھٹنے

ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال لکھا ہے۔ جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے سوائے عربی اور فارسی اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں ان میں صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اسی کے اقوال اور مضامین الٹ پھیر کے بیان کیے گئے ہیں۔

ان کتابوں میں جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق میں میراث کے دعویٰ کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اسکے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس کے مصنف میراث کے دعوے کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے اور فدک کی بحث میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے۔ اوّل یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک انھیں ہبہ کر دیا تھا اور وہ اُس پر متصرف اور قابض تھیں۔ جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تب انھوں نے حضرت فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔

کی آنکھ پر لگا جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا جب سب واپس آ گئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم) دیکھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ بیان کرتے ہیں کہ عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اس نے خودکشی کی ہے) آپنے فرمایا جسنے یہ کہا وہ جھوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی جو مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔ انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ گدھے کھائے گئے آپنے جواب دیا پھر اس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھائے گئے آپ خاموش ہو رہے پھر اسنے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپنے منادی کو حکم دیا اور اس نے لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں پتیلیاں اوندھا دی گئیں حالانکہ اُن میں گوشت خوب پک رہا تھا۔

یہ سنکر وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور یہ دعوے کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور اور میں اُسپر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ اُٹھا دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے اُنسے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہ نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا۔ اور ان سب نے حضرت فاطمہ کے دعوے کی تائید میں گواہی دی مگر ابوبکر صدیق نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا ان کی گواہی کو رد کیا اور فدک اُنہیں واپس نکیا۔ انھوں نے بعد اس کے میراث کا دعویٰ کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوے مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چھٹے مسئلہ میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ هل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلۃ او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظهرت منها بعد دعوی المیراث وقالت الامامیۃ بالعکس"۔ یعنے چوتھا مسئلہ یہ ہے

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے لہسن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت (کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور گھوڑے کی اجازت دی ہے۔

کہ آیا فاطمہ نے پہلے میراث کا دعوے کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوئے میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اس کے برعکس کہتے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعوے اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوے میراث کے دعوے کے بعد حضرت فاطمہ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوئے ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوے کیا تھا۔ اس لئے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی اور انھوں نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادتاً ہیں پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیق نے اس کو نہ مانا اور یہ عذر کر کے کہ از روئے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے فاطمہ کے دعوے کو رد کیا اور پھر اس پر بہت طرح

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفی سے سُنا وہ کہتے تھے ہمپر خیبر کے دن بھوک نے غلبہ کیا۔ اور ہنڈیوں میں جوش آرہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایکدفعہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا گدھے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ اور انکیں گرادو۔ ابن ابی اوفی کہتے ہیں ہم آپس میں کہنے لگے آپ نے صرف اسواسطے منع فرمایا ہے کہ اسکا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدھے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔

براء اور عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے اور (کھانے کو صرف) گدھے پائے اُنھوں نے گدھوں کو پکالیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آکر آواز دی کہ ہنڈیوں کو اوندھا دو۔

براء ابن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچّا (ہو) یا پکا ہو گرادو پھر ہمیں ابتک اُن کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

سے حضرت ابو بکر صدیق پر ملامت کی اور اُن کا ظلم وستم ثابت کیا ہے۔ اور شیعوں کی نزدیک فاطمہ اور علی اور حسنین کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوے اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہو جاتی ہے جب نفس دعوے کی نسبت کوئی صحیح روایت ہی سینوں کے ہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علما امامیہ نے دکھایا ہے "اُسپر ثبت الجدار ثم النقش" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح وبلیغ تقریریں اور وہ پرجوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوے میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے "وللہ درہ وعلی اللہ اجرہ" درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ در اول درباب مطاعن ابو بکر منع میراث می نوشتند وچون از عمل ائمہ معصومین وازروئے روایات ایں حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے اس واسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے والے تھے آپ نے برا جانا کہ کہیں لوگوں کے باربردار تلف نہ ہو جائیں یا انہیں (ہمیشہ کے واسطے) خیبر کے دن حرام ہی کر دیا

خیبر کی فتح میں دوسرا واقعہ صفیہ بنت حیی کا ہے جو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں اور جس پر بعض ناسمجھ عیسائی اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کی مفصل کیفیت اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں لکھ چکے ہیں لہذا یہاں اعادہ کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد تقسیم مال غنیمت کا مسئلہ ہے کہ کیا کیا لوگوں کو ملا اور کس طرح تقسیم کیا گیا تقسیم ہونے سے پہلے آپ نے عام ممانعت کر دی تھی کہ جبتک

دعوئے انتقال نمودہ دعوئے دیگر تراشیدند طعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکر فدک را بفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر براسئے او ہبہ نمودہ بود و دعوئے فاطمہ را مسموع نمودا واز وے گواہ وشاہد طلبید الخ قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوئے ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی وام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست۔ محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے بجز اس کے کہ خود علمار شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوئے ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ ملا محسن الفیض الکاشانی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ اہ میں لکھا ہے۔ وبانی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لاموالہ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ الخ کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے

سب مسلمانوں میں برابر کی حصہ رسد تقسیم ہو جائے کسی شخص کو ایک تنکا لینے کا بھی حق نہیں ہے۔ اس حکم کے بعد جن لوگوں نے پہلے لے لیا تھا۔ حتےٰ کہ جوتیوں کے تسمہ تک وہ حضور انور کی خدمت میں لے کے حاضر ہو گئے سر ولیم میور منتونی نے بعض صحیح اور بعض موضوع روایتیں اس تقسیم کے متعلق اپنی کتاب میں درج کی ہیں مگر ہم صحیح بخاری شریف سے ان کل روایتوں میں سے بعض روایتیں جن سے تقسیم مال پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ نقل کر دیتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری (ترجمہ میرزا حیرت) پارہ ستر ہوان کتاب النبی صفحہ ۲۲۸ ۹ ۲۲ جلد ۲ میں لکھا ہے۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے)

کہ حضرت فاطمہ نے اول ارث کا دعوےٰ کیا پھر ہبہ کا لیس بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں۔ جب اس میں ایک روایت نقل کر کے شبہہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور جیسی واقعہ تھا انہوں نے اب اس کا دعوےٰ کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوے کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوے کو بعد اس کے اس لیئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جبکہ ہبہ کا دعوےٰ فی نفسہ ہمارے نزدیک ثابت ہی نہ ہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بناپر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیقؓ کے سامنے

گھوڑے کے سوار کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث ہے کہتے ہیں نافع نے اس کی تفسیر بیان کی اور کہا اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اُسے تین حصے ملتے تھے اگر اُس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اُسے ایک ہی حصہ ملتا تھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں اور عثمان بن عفان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہم نے کہا آپ نے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں ہم بعد فتح خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے

دعوےٰ کیا اس لئے بار ثبوت اُن کے ذمہ ہے کہ وہ اہلِ سُنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں۔ اگر وہ اُسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمہ ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابوبکر صدیق پر لگاتے ہیں۔ اور اُس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں اُن سے حضرت صدیق اکبر کو الزام دیتے ہیں اُن کے جوابات دیں۔ لیکن اگر وہ اپنا دعویٰ ہی ثابت نہ کر سکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ بر بنائے فرض و تسلیم کے ان لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دیں اور شرد یا شہادت کے متعلق فضول بحث کریں اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر اُن تمام کتابوں پر جن کے نام اُوپر بیان کئے گئے کر سکتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت اُن کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی کتابوں سے بجائے اپنے دعوے کے اُنہوں نے بیان فرمائی ہیں شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں

(غنیمت خیبر سے) ہمیں حصہ دیا اور ہمارے علاوہ کسی اور کو بوقت فتح خاص طور حصہ نہیں دیا۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر کو فتح کر لیا ہمیں غنیمت میں سے نہ چاندی ملی اور نہ سونا ملا۔ صرف ہمیں بیل اور اونٹ اور اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ موضع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ بنی جناب کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس اثناء میں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جسکا مارنیوالا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو کہ اسے

یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ "وآت ذاالقربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ پر اسے رد کیا۔ اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کر کے قاضی عبدالجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اسکی تردید میں جب فدک کے متعلق کوئی تائید بھی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائے اس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری سے شیعوں میں مشہور ہو رہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں انہوں نے نہیں پائی ورنہ اسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبہ فدک کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں بھی کوئی صحیح سند متعلق

خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بنکر لپٹے گی ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتیوں کے) لایا۔ اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے (بنکر تجھے چمٹتے)

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ پچھلے لوگ یکساں مفلس رہ جادیں گے تو جو قریہ فتح ہوتا اُسے تقسیم کر دیا کرتا جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ لیکن میں اُسے خزانہ کے طور پر ان کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں (تاکہ) وہ اُسے بانٹتے رہیں اسی زمانہ میں آپکے چچازاد بھائی جعفرؓ اور مہاجرین کے حبشہ سے مدینہ پہنچے آپ اُن سے ملکے بہت خوش ہوئے اور فرط انبساط میں فرمایا "میں نہیں کہہ سکتا

وجہ سے نظر نہیں آئی۔

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے "روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم بینہم انہ لما فتح خیبر اصطفے لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبرئیل بہذا الایۃ فآت ذالقربیٰ حقہ فقال محمد صلعم من ذاالقربیٰ وما حقہ قال فاطمہ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتے توفی ابوہا محمد صلعم" کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا۔ پھر جبرئیل یہ آیت لائے کہ اپنے ذالقربیٰ کو اُن کا حق دیدو اس پر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ "ذالقربیٰ" کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے جبرئیل نے کہا کہ ذالقربے فاطمہ ہیں اس پر آپ نے فدک انہیں دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کریں تا وفات اپنے باپ

کہ آیا جعفر کے آنے سے میں زیادہ خوش ہوا یا فتح خیبر سے۔ تمام جنگجو مسلمانوں نے متفق ہو کے عرض کیا کہ نیا گروہ بھی خیبر کے مال کا حصہ دار بنایا جائے۔ حضور انور کی خوشی کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جب اسماء بنت عمیس اور فاروق اعظم میں فضیلت ہجرت کے متعلق بحث مباحثہ ہونے لگی تو آنحضرت صلعم نے اسماء بنت عمیس اور اس کے ساتھیوں کو ہجرت میں اس گروہ پر زیادہ فضیلت دی تھی جو مکہ سے مدینہ آیا تھا جن میں علی وغیرہ سب شریک ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری موصوف صفحہ ۲۲۸ میں یہ روایت لکھی ہے۔ (دہو ہذا)

ابو موسیٰ کہتے ہیں ہمیں رسول اللہ کی مکہ سے ہجرت کرنے کی خبر پہنچی جبکہ ہم یمن میں تھے ہم بھی آپ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے۔ میں تھا اور دو میرے بھائی تھے میں اُن سے چھوٹا تھا ایک کا نام ابو بردہ اور دوسرا ابو رہم تھا۔ ابو موسیٰ نے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۸۰ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ومن طریف مناقضاتھم مارووہ فی کتبھم الصحیحۃ عندھم برجالھم عن مشائخھم حتے اسندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا المحی لسنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسیٰ بن سعید قال حدثنا ابو لبید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیہ عن ابی سعید قال لما نزلت آیۃ وآت ذالقربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہ فدک ؟؟ کہ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے۔ جس کو انہوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے۔ اور اُسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیۃ " وآت ذالقربیٰ حقہ " نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انہیں دے دیا۔

کچھ اُوپر پچاس کہا یا تریپن یا باون کہا (یعنی ہم باون یا تریپن آدمیوں میں روانہ ہوئے جو سب ہماری قوم کے تھے ہم سب کشتی میں سوار ہوئے ہمیں کشتی نے نجاشی کیطرف حبش میں پہنچا دیا (وہاں) ہمیں جعفر بن ابی طالب ملے ہم نے اُن کے پاس قیام کیا پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہم سب نے بوقت فتح خیبر ملاقات کی اور دیگر لوگ ہم اہل سفینہ سے کہنے لگے کہ ہجرت میں ہم تم پر سبقت لے گئے اور نیز اسماء بنت عمیس جو ہمارے ساتھ آئی تھیں حفصہ زوجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان گئیں اور اسماء نے نجاشی کیطرف جماعت مہاجرین کیساتھ ہجرت کی تھی حضرت عمر حفصہ کے پاس آئے جبکہ اسماء بنت عمیس اُنکے پاس موجود تھیں حضرت عمر نے اسماء کو دیکھکر پوچھا یہ کون ہے حفصہ نے جواب دیا اسماء بنت عمیس ہے حضرت عمر نے کہا یہ اسماء حبشیہ ہے۔ یا والی ہے (یعنی جس نے حبشہ کیطرف ہجرت کی تھی) پھر

بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی آیہ "وآت ذا القربے" کی شان نزول میں فرماتے ہیں "رواہ کثیر من المفسرین وورد به الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ" کہ اس آیت کے شان نزول میں بہت روایتیں بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں "قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابۃ الرسول" کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو "ذا القربے" کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول ہے پھر انہیں سے روایت نقل کرتے ہیں "اخبرنا السید مہدی بن نزار الحسنی باسنادہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربے حقہ ابن موسےٰ ایضا دعن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمۃ انتہی" کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اُس اسناد سے جسکو انھوں نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے وہ کہتے ہیں کہ جب آیت "وآت ذا القربے حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ

اب دریا کے راستہ سے یہاں آئی ہے) اسماء بولیں ہاں (میں وہی ہوں) حضرت
عمر نے کہا ہم ہجرت میں پھر سبقت کر گئے (لہٰذا ہم تم سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار
ہیں (اسماء کو غصہ آگیا اور کہا ہرگز نہیں تم تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے
آپ تم میں سے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے - اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے
اور ہم اجنبیوں اور دشمنوں کی ملک میں تھے جو حبشہ میں (واقع ہے - اور سب
(ہماری تکلیفیں اللہ اور رسول کی راہ میں تھیں بخدا مجھپر کھانا پینا حرام ہے جب تک
میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری بات کا ذکر نہ کر لوں اور ہم کو ایذا دیجاتی تھی
اور ہمیں (ہر وقت) خوف تھا عنقریب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں گی بخدا
میں جھوٹ نہ بولوں گی نہ میں کجروی کروں گی اور نہ میں اس سے زیادہ کہوں گی
جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسماء نے کہا یا نبی اللہ عمر نے اس طرح کہا ہے

فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا - اور عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے
عبیداللہ بن موسےٰ کو لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبیداللہ نے اسکے جواب میں اس
حدیث کو لکھ بھیجا اور اُسنے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق سے عطیہ سے اسپر مامون
نے فدک اولاد فاطمہ کو دیدیا - اس روایت میں لاباقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے
مگر علامہ طبرسی نے آیہ " وآت ذا القربیٰ حقہ " کی تفسیر میں جو سورۂ بنی اسرائیل میں
واقع ہے اُس اسناد کا اسطرح پر ذکر کیا ہے " واخبرنا السید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی
قرأۃ قال حدثنا الحاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد
قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاہا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن
مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن
سعید جثیم وابو علی القاسم الکندی ویحیی بن یعلی وعلی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق
عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربے حقہ الخ "
اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان ہے

آپ نے پوچھا تو نے عمر کو کیا جواب دیا۔ اسماء بولی میں نے عمر کو اس طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا عمر تم سے زیادہ میرا حقدار نہیں ہے کیونکہ عمر اور اس کے یاروں کی ایک ہجرت ہے اور تمہاری اے کشتی والوں دو ہجرتیں ہوئیں"

اسماء کہتی ہیں میں نے ابوموسیٰ اور کشتی والوں کو دیکھا کہ میرے پاس گروہ گروہ آکے اس حدیث کو پوچھتے تھے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات دنیا کی کسی شے سے بہتر نہ تھی کہ وہ اس سے خوش ہوں یا اُن کے دلوں میں وہ بڑی ہو۔ ابو بردہ کہتے ہیں اسماء کہتی تھی میں نے ابوموسیٰ کو دیکھا کہ وہ بار بار مجھ سے یہ حدیث پوچھتے تھے۔ ابوبردہ کہتے ہیں ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اشعریوں کی جماعت کی آواز قرآن پڑھنے کی پہچانتا ہوں جبکہ وہ رات کو (گھروں میں) آتے تھے اور میں ان کی قیام گاہ کو اُن کی قرآن پڑھنے کی آواز سے رات میں پہچانتا تھا اگرچہ میں اُن کی

ونیز سید ابوحمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابوالقاسم عبداللہ الحسکانی نقل میکند کہ در بغداد حاکم ابومحمد از عمر بن احمد بن عثمان بن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد لاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابومعمر بن سعید وعلی بن سعید خدری کہ گفتند چوں آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے لکھی ہے "محمد بن العباس عن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فات ذاالقربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمہ واعطاہا فدک"

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں" روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ عن عشر بن طریقا منہا

جگہ اترنے کی نہیں دیکھتا تھا جہاں وہ دن میں اترتے تھے اُن ہی میں سے حکیم سے جبکہ وہ جماعت سے یا دشمن سے (شک راوی) بھڑتا تھا اُن سے کہتا تھا کہ میرے یار تم سے کہتے ہیں ہمارا انتظار کرنا۔

اس حدیث میں جو حقدار کا لفظ آیا ہے اس سے مطلب وراثت مال سے نہیں ہے بلکہ ثواب سے ہے اصل بات یہ ہے کہ ایک پُر جذبہ خیال اور شوق ہے کہ ہر شخص اس بات کی فطرتاً آرزو کرتا تھا کہ میں قرب رسول کی فضیلت سب سے زیادہ حاصل کروں حضرت عمر چونکہ ایک پُر جوش صحابی تھے آپ کا یہ خیال اُسی قوت اور زور کے ساتھ آپ کے قلب مبارک میں جلوہ دے رہا تھا اور اسی شوق و ذوق کا تقاضا تھا کہ آپ نے بے ساختگی میں اس عورت سے یہ کہا۔ وہ خاتون بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی اسے بھی جذبہ آگیا اور اس طرح

ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وہیثم بن خلف الدوری و عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاہا فدک۔ کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے اون میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور انھوں نے بھی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اُنھوں نے علی بن عابس سے انھوں نے

ان دو دلنوں پر شوق ایمانداروں کا فیصلہ رسول اللہ نے کر دیا۔ عورت کا دل چونکہ نرم ہوتا ہے رسول خدا نے اس کا پاس زیادہ کیا۔ مگر تماشہ دیکھئے کہ رسول مقبول کے فیصلہ سے جس طرح خاتون مطمئن اور خوش ہوئی اسی طرح فاروق اعظم کو اطمینان ہو گیا رسول خدا کی اپنے صحابہ کے ساتھ بالکل وہی کیفیت تھی جو ایک محبت بھرے باپ کی اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کبھی ایک بچہ فرط شوق میں اپنے باپ سے پوچھتا ہے ابا جان آپ ہمیں زیادہ چاہتے ہیں نا ہ ہاپ مسکرا کے جواب دیتا ہے ہاں جان پدر۔ یہ سنکے دوسرا بچہ "پر شوق لہجہ میں کہتا ہے نہیں ابا جان ہمیں زیادہ چاہتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ہاں نور بصر۔ باپ بھی شاداں و فرحاں ہوتا ہے اور بچے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ہم سب آپ کے بچے ہیں ہم اسی شوق سے جو بچوں میں ہوتا ہے اپنے روحانی باپ کا قرب چاہتے ہیں۔ اور

فضیل بن مرزوق سے انھوں نے عطیہ عوفی سے اور انھوں نے ابی سعید عذری سے کہ جب آیۂ وآت ذاالقربے حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔ قاضی نور اللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے "روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندہم و ذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندہم ان النبی لما فتح خیبر اصطفے قری من قری الیہود الخ۔

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں " فاقول یدل علی ثبوت ولکسہ (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح جہد بن عبد اللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسے بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربے حقہ دعا رسول اللہ صلعم

وہ ہمیں قرب دیتا ہے - جیساکہ بخاری کے باب فضائل سے پایا جاتا ہے کہ حضور نے بعض اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ مختلف صحابا کی نسبت فرط محبت سے فرمائے جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے فضایل	حضرت عمر بن خطاب کے فضائل	حضرت عثمان بن عفان کے فضائل	حضرت علی بن ابی طالب کے فضائل
حضرت براء سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے (اُنکے والد) عازب سے ایک کجاوا تیرہ ۱۳ درہم میں مول لیا	حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے	حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ (ایکدن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لےگئے اور مجھے دروازہ کی	حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک کل جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا

فاطمۃ فاعطاہا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیساکہ فرماتے ہیں "و مافی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربےٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراہیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابوسعید سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربےٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ بیبی فاطمہ فدک تمہارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہی اور تیسری روایت اسی کتاب میں تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے "کما یقول و فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالےٰ وآت ذاالقربےٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک" اور اسی کتاب میں چوتھی روایت مدارج النبوت سے بیان کی ہے جیساکہ فرماتے ہیں۔

ابو بکر نے عازب سے کہا کہ براء کو حکم دو تو وہ (اس کجاوے کو) میرے ہاں اُٹھائے چلیں عازب نے کہا کہ نہیں (یہ نہ ہوگا) یہانتک کہ تم مجھ سے بیان کرو کہ تمہارا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوا تھا جب تم	دیکھا اور میں نے وہاں ابو طلحہ کی بی بی رمیصا کو دیکھا اور میں نے ایک شخص کے چلنے کی آواز سُنی میں نے پوچھا کہ کون تو اس نے کہا کہ بلال اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے سامنے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی میں نے	حفاظت کا حکم دیا پھر ایک شخص (اندر جانیکی) اجازت مانگتا ہوا آیا تو آپ نے فرمایا کہ اُسے اجازت دیدو اور اُسے جنت کی بشارت دو تو وہ ابو بکر تھے پھر ایک اور شخص اجازت مانگتا ہوا آیا تو آپ نے فرمایا کہ اجازت دیدو اور اسے جنت کی	جس کے ہاتھ اللہ فتح دیگا پس رات کو لوگ سوچتے رہتے کہ جھنڈا کسے ملیگا پھر جب صبح ہوئی تو سب لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے سب اس بات کے امیدوار تھے کہ جھنڈا اُنہیں دیا جائے

"وما فی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولینا الہروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بہذہ العبارۃ ودر مقصد اقصی مذکور ست کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون نکند وحوائط خواص انساں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد وگفت کہ حق تعالے مے فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند وحق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باو دہ وانچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند وبرائے وے حجتی نوشت وآں وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد وگفت این کتاب رسول خدا است برائے من وحسن وحسین۔

ان چار روایتوں کو نقل کرکے آپ فرماتے ہیں:" وقال السید المرتضی فی الشافی قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل

دونوں مکہ سے نکلے	پوچھا کہ یہ کس کا ہے	بشارت دیدو تو وہ	آپ نے فرمایا کہ علی بن
تھے اور مشرک تمہاری	تو ایک شخص نے کہا	عمر تھے پھر ایک شخص	ابی طالب کہاں ہیں
تلاش کرتے تھے تو	کہ عمر بن خطاب کا	اور اجازت مانگتا ہوا	لوگوں نے کہا یا رسول
ابوبکر نے کہا کہ ہم نے	پھر میں نے ارادہ کیا	آیا تو تھوڑی دیر چپ	اللہ وہ اپنی آنکھوں
جب مکہ سے کوچ کیا	کہ اس محل میں داخل	رہے بعد اس کے	کی شکایت رکھتے ہیں
تو ایک شب و روز	ہوں اور اسے	فرمایا کہ اسے اجازت	آپ نے فرمایا تو انھیں
تک چلتے رہے یہاں	دیکھوں مگر مینے تمہاری	دیدو اور اسے جنت	بلوا بھیجو اور انھیں
تک کہ جب دوپہر ہوئی اور	غیرت کا خیال کیا تو	کی بشارت دو اس	میرے پاس لے آؤ پس
ٹھیک دوپہر ہو گئی تو	عمر نے کہا کہ میرے ماں	مصیبت پر جو اسے	جب وہ آئے تو آپ نے
مینے اپنی نظر دوڑائی	باپ آپ پر فدا ہوں	پہنچے گی تو وہ عثمان	انکی دونوں آنکھوں میں

قولہ تعالے وآت ذا القربے حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاہا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سیّد مرتضےٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیۃ وآت ذا القربے حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھیں دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اس کے نماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط"

لیکن نہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں ان روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے خصوصاً جبکہ عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بایں الفاظ ذکر کیا تھا۔ قالو قد روی عن ابی سعید الخدری

کہ کہیں کچھ سایہ دیکھوں
تو وہاں ٹھیروں پس
ایک پتھر کے پاس میں
پہنچا تو میں نے اس کا
کچھ سایہ دیکھا پس
میں نے اس کو صاف
کیا بعد اسکے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے وہاں
فرش بچھا دیا پھر میں نے
آپ سے کہا کہ یا نبی اللہ

یا رسول اللہ کیا میں
آپ پر غیرت کرونگا
حضرت ابوہریرہ کہتے
ہیں اس حال میں کہ
ہم رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس تھے
آپ نے فرمایا کہ میں نے
خواب میں اپنے کو
جنت میں دیکھا وہاں
ایک عورت ایک

بن عفان تھے - اور
عاصم نے اس روایت
میں اتنا زیادہ کردیا
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم ایک ایسے مقام پر
بیٹھے ہوئے تھے جہاں
پانی تھا اور آپنے اپنے
دونوں گھٹنے کھول
دیئے تھے جب عثمان
آئے تو آپنے انکو چھپا لیا -

لعاب دہن لگا دیا اور آپنے
انکے لئے دعا کی وہ اچھے
ہوگئے گویا کہ انکو کوئی
بیماری تھی ہی نہیں پھر
آپنے انھیں جھنڈا دیدیا
تو حضرت علی نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ میں
ان لوگوں سے جنگ
کروں گا یہاں تک کہ
وہ ہماری مثل ہو جائیں

کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اس کی نسبت اپنے جواب میں یہ لکھا تھا "الجواب عن ذلک ان اکثر مایروون فی ہذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعوں کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے آگے چلکر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھدیا تھا" وان صح عبدالہبۃ" کہ اگر عقد ہبہ صحیح ہو تو فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں ہونا چاہیئے تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے - ایسی حالت میں جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور ان کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی نہیں تھا - ان کو چاہیئے تھا کہ ان طرق مختلفہ سے جس کا انھوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور ان روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعوے کی تائید فرماتے

طعن الرماح میں جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی

آپ لیٹ جایئے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے پھر میں اِدہر اُدہر دیکھتا ہوا چلا کہ کوئی تلاش کرنے والا تجھے دکھائی دے پس اتفاق سے میں ایک بکری کے چرواہے سے ملا جو اپنی بکریوں کو اسی پتھر کے پاس لئے

محل کے گوشہ میں وضو کر رہی تھی میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے لوگوں نے کہا کہ عمر کا پھر میں نے اُن کی غیرت کا خیال کیا اور میں پیچھے لوٹ آیا تو عمر رونے لگے اور اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

عبد اللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث نے اُن سے کہا کہ تمہیں کیا امر مانع ہے کہ تم عثمان سے اُن کے بھائی ولید کے بارے میں گفتگو کرو کیونکہ لوگوں نے اُنکے بارہ

آپ نے فرمایا کہ پھر جب تم اُن کے میدان میں جاؤ تو انھیں اسلام کی طرف بلانا اور جو اللہ کا حق اُن پر واجب ہے اس سے انھیں مطلع کرنا کیونکہ خدا کی قسم یہ بات کہ اللہ تمہارے ذریعہ سے کسی ایک شخص کو ہدایت کردے تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے

سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ اوّل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہیں " کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ اخرج البزار و ابو یعلی و ابن حاتم و ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک " و این روایت صریح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ یعنے عطا کن صاحب قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود شیخ علی متقی در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ " قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک " و سید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود سند از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ - و نیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک و نوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ القاء عبارت آن بعرض بیان در آمد و عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ با وصف اعطائے فدک و ہبہ آن

جارہا تھا وہ بھی اس پتھر سے وہی چاہتا تھا جو ہم لوگوں نے چاہا تو میں نے اس سے پوچھا کہ لے غلام تو کسکا ہے اس نے کہا کہ فلاں قریشی کا اس نے اسکا نام بتایا میں نے اسے پہچان لیا پھر میں نے اس سے کہا کہ کیا تیری	حمزہ اپنے والد (عمر بن خطاب) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دودھ پیا یہانتک کہ میں نے سیرابی کو دیکھا کہ وہ میرے ناخنوں میں دوڑ رہی تھی پھر عمر کو دیدیا	میں بہت گفتگو کی ہے پس میں نے عثمان سے کہنے کا قصد کیا جب وہ نماز کے لئے نکلے میں نے اُن سے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے اور وہ آپ ہی کی خیر خواہی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں تم سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں پس میں لوٹ آیا اور	حضرت سلمہ سے کہتے ہیں کہ خیبر میں علی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہگئے تھے اور (وجہ اسکی یہ تھی کہ اُنکی آنکھ میں آشوب تھا پھر اُنھوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں (یہ مجھے زیبا نہیں)

ونوشتن وثیقہ برائے آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آں بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ لفظ عطا نیز براں دلالت دارد کما لایخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہلِ سُنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از انکہ جماعتی اولاد حسنین نزد ماموں دعوئی فدک کردند ماموں جمع نمود وصد کس از علمائے حجاز وعراق وغیرہ ایشاں را تاکید کرد کہ کتمان صواب نا نمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ پیچند پس ایشاں روایت واقدی وبشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل با آیہ وآت ذاالقربے حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذاالقربے وچیست حق او جبریل گفت فاطمہ است فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی سُنی روایت ماوارات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

بکریوں میں کچھ دودھ
ہے اُسنے کہا ہاں میںنے
کہا کیا تو دوہے گا اُسنے
کہا ہاں پھر میںنے اُس سے
کہا تو اُس نے اپنی بکریوں
میں سے ایک بکری کے پیر باندھ
دیئے۔ پھر میںنے اُس سے
کہا کہ اُسکے تھن غبار سے
صاف کردے پھر میں نے
اُس سے کہا کہ اپنے ہاتھ صاف

صحابہ نے عرض کیا آپنے
اسکی تعبیر کیا لی حضرت نے
فرمایا کہ علم۔
حضرت عبداللہ بن عمر
سے روایت ہے کہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں نے خواب میں
دیکھا کہ میں ایک کنوئیں
پر کھڑا ہوا ایک اونٹنی
کا ڈول نکال رہا ہوں

اُن لوگوں کے پاس بعث کیا
گیا کہ اتنے میں حضرت عثمان کا
کا قاصد آیا میں حضرت
عثمان کے پاس گیا تو انھوں نے
پوچھا کہ تمہاری نصیحت
کیا تھی میں نے کہا کہ اللہ
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو حق کے ساتھ بھیجا اور
اُن پر کتاب نازل فرمائی
اور آپ اُن لوگوں میں تھے

چنانچہ علی نکلے اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے
ملگئے پھر جب اس رات
کی شام ہوئی جسکی صبح
کو اللہ نے فتح دی ہے
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کل میں
جھنڈا ایسے شخص کو دوں
گا یا (یہ فرمایا کہ)
جھنڈا وہ شخص لیگا

کفایہ موسوم عصمت الولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۸۵ سے ناصفحہ ۱۰۰ بہت تفصیل
سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذالقربے حقہ کی نسبت صفحہ ۹۰ میں یہ لکھا ہے
کہ از برائے احدے از امت شبہ نبود درانکہ فدک خالص بود از برائے رسول خدا صلعم
واحدے را دراں حقی نبود از امت واخبار طرفین از خاصہ و عامہ ناطق باین امر است
ونیز ظاہر آیہ وآت ذالقربے حقہ بہ تصدیق کثیرے از علما ر ومفسرین در روایات عامہ آنکہ
رسول خدا صلعم آنرا نحلہ وعطیہ داد بحضرت فاطمہ چوں ثعلبی وجوہری ویاقوت شافعی
صاحب کتاب معجم البلدان وشہرستانی وصاحب تاریخ آل عباس وواقدی و
بشر بن الولید وعبدالرحمن بن صالح وعمر بن شبہ وابن حجر درصواعق وابن ابی الحدید و
ابو ہلال عسکری درکتاب اخبار الاوائل وحاکم ابوالقاسم الحسکانی وحاکم ابو محمد واحمد بن
عثمان بغدادی وقاضی عبداللہ ابن موسے " انہ لما نزلت آیہ وآت ذالقربے حقہ
اعطی رسول اللہ صلعم فاطمہ فدک " فقط اس میں مولف نے روایت ہبہ فدک اور دعویٰ

کرڈال برابر نے کہا
اس طرح اور اُنھوں نے
اپنا ایک ہاتھ دوسرے
ہاتھ پر مارا پس اُس نے
میرے لئے ایکطرف
بھر کے دودھ دوہ
دیا اور میں نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ایک چمڑیکا
ظرف رکھ لیا تھا اُس کے

پھر ابوبکر آئے اور
اُنھوں نے ایک ڈول
یا دو ڈول نکالے مگر
کمزور طریقے سے اور
اللہ اُنھیں بخشدے بعد
اس کے عمر بن خطاب
آئے تو وہ ڈول چرس
بنگیا پس میں نے کسی
زور آور کو نہیں دیکھا
کہ وہ اُنکا جیسا کام

جنہوں نے اللہ اور
اُسکے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم کی بات مانی
پھر آپنے دو ہجرتیں
کیں اور آپ نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت اوٹھائی اور
آپنے اُنکی روش کو دیکھا
اور بیشک لوگ ولید
کے بارے میں بہت کچھ

جس کو اللہ اور اُس کا
رسول (صلے اللہ علیہ
وسلم) محبوب رکھتے ہیں
یا یہ فرمایا کہ وہ اللہ اور
اُس کے رسول کو محبوب
رکھتا ہے اللہ اُسکے
ہاتھ پر فتح دے گا
پس یکایک ہم علی سے
مل گئے اور ہمیں اُنکے
آنکی اُمید نہ تھی تو

فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور اُنکی روایتون اور اقوال کو نقل نہیں کیا مگر سوائے ثعلبی
کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اُوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ
۳۵۸ میں اس کتاب کے بایں الفاظ بیان کی گئی ہے کما فیہ ”و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین
ایشان ست بسند خود از سُدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین
بیکی از اہلِ شام فرمود آیا قرآن خواندہٴ گفت بلے۔ فرمود در سورہ بنی اسرائیل این
آیہ خواندہٴ کہ وآت ذا القربےٰ حقہ آں شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربےٰ کہ حق سبحانہ
وتعالےٰ امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے“

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفعل چھپی ہے اور اس کا نام۔
”غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام“ اس کے مصنف سید
ہاشم معروف بالعلامہ ہیں اور ان کی نسبت صاحب الحدایق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب
مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں یہ لکھا ہے ”کان سید المذکور فاضلاً محدثاً جامعاً متتبعاً للاخبار

منہ پر کپڑا بندھا ہوا
تھا پس میں نے (اس
میں سے پانی لیکے) دودو
پر ڈالا یہاں تک کہ وہ
نیچے تک ٹھنڈا ہوگیا
پھر میں اُسے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس لیکے
چلا تو میں نے آپ کو
بیدار پایا میں نے عرض
کیا کہ یارسول اللہ آپ

کرتا ہو یہانتک کہ لوگ
سیراب ہوگئے اور
بیٹھ گئے۔
حضرت سعد بن ابی
وقاص کہتے ہیں کہ عمر
بن خطاب نے (ایک
دن) رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس
جانے کی اجازت مانگی
اور آپ کے پاس

کہہ رہے ہیں حضرت
عثمان نے کہا تم نے
رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا میں نے
کہا کہ نہیں مگر مجھے آپ کا
علم پہنچا ہے جس طرح
کنواری لڑکی کو اُسکے
پردے میں پہنچا ہے تو
حضرت عثمان نے کہا
اما بعد پس بے شک

تو لوگوں نے کہا کہ یہ
علی ہیں پس اُنہیں
رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے دیدیا اور
اللہ نے اُن کے ہاتھ
پر فتح دی۔
ابو حازم سے روایت
ہے کہ ایک شخص حضرت
سہل ابن سعد کے پاس
آیا اور اس نے کہا کہ

بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسیؒ وکانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف۔
وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ۔" یعنے سید موصوف بڑے فاضل اور محدث
اور جامع اور ایسے حاوی احادیث واخبار پر ہیں کہ مثل اُن کے اگلے لوگوں سے
سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور اُن کی بہت تصنیفات ہیں۔ جن سے اُنکی
علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے۔ فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت
کے ثابت کرنے میں لکھی ہے اور اس میں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت
کے متعلق جتنی روایتیں اور حدیثیں خواہ اہلِ سنت کی خواہ شیعوں کی اُن سب
کو نقل کیا ہے۔ اور اُنھوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں اون تمام کتابوں
کے نام لکھے ہیں جن سے اُنھوں نے روایتیں نقل کی ہیں۔ اور بلا شبہ یہ کتاب ایسی
جامع ہے کہ خود اُس کے مؤلف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے۔
اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھویں اور اٹھارویں باب میں آیہ وآت

بھیجے چنانچہ آپ نے پیا
یہاں تک کہ میں خوش
ہوگیا پھر میں نے عرض
کیا کہ چلنے کا وقت آگیا
یارسول اللہ آپ نے
فرمایا ہاں چنانچہ ہم چلے
اور کفار ہمیں تلاش
کر رہے تھے مگر اُن میں
سے کسی نے ہمیں نہیں
پایا سوا سراقہ بن مالک

کچھ عورتیں قریش کی
بیٹھی ہوئی تھیں آپ سے
باتیں کر رہی تھیں اور
بہت باتیں کر رہی تھیں
اُنکی آوازیں آپ کی
آواز سے بلند تھیں
پس جب عمر بن خطاب نے
(آپ سے) اجازت مانگی
تو وہ اُٹھ گئیں اور
پردہ میں ہو گئیں پس

اللہ نے محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو حق کے ساتھ
بھیجا تھا اور میں اون
لوگوں میں تھا جنہوں نی
اللہ اور اُس کے رسول
کی بات مانی اور میں
اس چیز پر ایمان لایا
جس کیساتھ آپ بھیجے
گئے تھے اور میں نے دو
ہجرتیں کیں جیساکہ تم نے

فلاں شخص یعنے امیر
مدینہ حضرت علی کو ممبر
پر برا کہتا ہے حضرت
سہل نے کہا وہ کیا
کہتا ہے اس نے کہا
کہ وہ اُنہیں ابوتراب کہتا
ہے پس حضرت سہل
ہنسے اور اُنہوں نے کہا
کہ خدا کی قسم نام تو اُنکا نبی
صلے اللہ علیہ وسلم

ذاالقربےٰ حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روایتیں فریقین کی ہیں وہ نقل کی ہیں مگر باوجود
اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اُنہوں نے
سنیوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں چنانچہ
اس کے صفحہ ۳۲۳ میں یہ لکھا ہے "الباب السابع عشر قولہ تعالےٰ وآت ذاالقربےٰ
حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ہذہ الآیۃ
قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال
قال علی بن الحسین لرجل من اہل شام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل
وآت ذاالقربےٰ حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر اللہ تعالےٰ ان یؤتی حقہ قال نعم فقط۔ اس کا
ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ ابھی اُوپر ہم لکھ چکے ہیں۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں
"الباب الثامن عشر فی قولہ تعالےٰ وآت ذاالقربےٰ حقہ والمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ
وفیہ احد عشر حدیثاً" کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں اور اسمیں عطیہ

بن جعشم کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا تو میں نے عرض کیا کہ یہ تلاش کرنیوالے ہم سے مل گئے یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ رنجیدہ نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہی حضرت انس حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی چنانچہ عمر اندر آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے عمر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اللہ آپ کے دانتوں کو تبسم رکھے (آپ سوقت کیوں مسکرا رہے ہیں) کہا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی اور آپ سے بیعت کی پھر خدا کی قسم میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ آپ سے فریب کیا یہاں تک کہ اللہ تعالے نے آپ کو وفات دی پھر اسی طرح انکی صحبت اُٹھائی پھر نے رکھا ہے اور جس قدر یہ نام انھیں پسند تھا کوئی اور نام پسند نہ تھا پھر میں نے پوری حدیث سہل سے دریافت کی ہیں میں نے اُن سے کہا کہ اے ابوالعباس یہ واقعہ کیونکر ہوا تھا اُنھوں نے کہا کہ (ایک دن) حضرت فاطمہ کے پاس

عوفی کی وہ روایتیں بھی منقول ہیں جس کو بعض سینوں کی کتابوں سے علمائے امامیہ نے نقل کی ہیں۔ جیساکہ ہم اُوپر بیان کرچکے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وآفاء اللہ علیہ فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذاالقربےٰ حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبدالرحمٰن بن صالح کتب الامامون الی عبداللہ بن موسےٰ العبسی یسالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبداللہ بن موسےٰ بہذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون ردذکا علی ولد فاطمۃ ''۔

منشی سبحان علی خاں صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں ایک کتاب امامت میں لکھی ہے اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۴ میں فدک کی بحث ہے مگراس میں خاں صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اُسی کے مضمون کو اُلٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیساکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ ابن فاقد الادراک استیعاب ولا اثبات حق بصنعت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور (اسوقت) ہم تمانہ میں تھے کہ اگر انہیں سے کوئی شخص اپنے قدموں کے نیچے نظر کرے تو بے شک ہمیں دیکھ لے آپ نے فرمایا اے ابو بکر اُن دو کیطرف تمہارا کیا خیال ہے جنکا تیسرا اللہ ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان عورتوں سے متعجب ہوں کہ جب اُنھوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً پردہ میں ہو گئیں عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس امر کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ آپ سے ڈرتیں پھر عمر نے

اُسی طرح عمر کی بعد اس پر میں خلیفہ کیا گیا تو کیا میرا وہ حق نہیں ہے جیسا اُن لوگوں کا تھا میں نے کہا کہ ہاں تو حضرت عثمان نے کہا پھر یہ کیسی باتیں ہیں جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچ رہی ہیں اور ذکر کیا

گئے پھر باہر نکل آئے اور مسجد میں لیٹ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) پوچھا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں اُنھوں نے کہا کہ مسجد میں ہیں آپ اُن کے پاس تشریف لیگئے تو اُن کی چادر کو دیکھا کہ اُنکی پیٹھ سے

الرسول برہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریب ہی آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول و ثانی کہ بانی مبانی این اعتقاد مشار الیہ است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو۔ ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا اُس سے اُس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں ان سب سے ہم نے اُن روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے اُنھوں نے نقل کی تھیں بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہوں گی جو ہمیں نہیں مل سکیں۔ مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولانا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً ان کے مطالعہ سے کوئی اور روایت رہ گئی ہو گی۔ خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لئے ہم کو اس یقین کرنے کی وجہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (مسجد میں) سب (رکھے) دروازے بند کرو سوائے ابو بکر کے دروازہ کے (حضرت ابو بکر کی علو مرتبت پر دلالت کرتا ہے) اسکو حضرت ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔	(اُن عورتوں سے) کہا کہ اے اپنی جانوں کے دشمنوں کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں اُنہوں نے کہا ہاں تم بہ نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت اور درشت ہو۔ پس رسول خدا	ولید کا معاملہ جو تمنے ذکر کیا تو اُس میں ہم انشاء اللہ حق پر عمل کریں گے بعد اس کے اُنہوں نے علی کو بلایا اور اُنھیں حکم دیا کہ ولید کو دُرّے ماریں چنانچہ اُنہوں نے اسے اسیؓ دُرّے مارے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں	گر گئی تھی اور اُن کی پیٹھ میں مٹی بھر گئی تھی پس آپ اُن کی پیٹھ پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے ابو تراب اُٹھ بیٹھو دو مرتبہ (ایسا ہی فرمایا) سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور اُنسے

کہ جو کچھ اُنہوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اُن کے پاس نہ تھا اب ہم اِس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت میں داخل کرنے کے لایق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اُس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ او وہ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے جس کے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنھوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جس کی بنا پر بہت بڑے الزام حضرت شیخین پر لگائے ہیں اور بہت دردناک تقریروں میں انکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا دعوے ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑہا اور فرمایا کہ بیشک اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان میں اور اُس چیز کے درمیان میں جو اللہ کے ہاں ہے اختیار دیا تو اس بندہ نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تم سے شیطان کسی راہ میں چلتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کے کسی اور راستہ میں چلنے لگتا ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود

کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمر کے پھر عثمان کے بعد اسکے ہم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے اُن میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔
عثمان بن موہب کہتے ہیں کہ ایک شخص مصر والوں

حضرت عثمان کی بابت پوچھا ابن عمر سے حضرت عثمان کی نیک کرداریان بیان کر دیں تو اس شخص نے کہا شاید تمہیں (حضرت ابن عمر نے کہا ہاں تو اس سے کہا اللہ تمہیں ذلیل کرے پھر اُسنے حضرت علی کی بابت پوچھا تو حضرت ابن عمر نے اُن کی بھی نیکیاں بیان

فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اُسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدہ ہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ شستری نے کشف الحق سے شائع ہو جانے کے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اُوپر صادق سمجھیں گے "اے تیسنون ان یکونوا جاؤوا و شجر او بہتوا کانہم القموا حجرا یعنے تمنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے گویا اُنپر پتھر پڑ گئے ہیں۔
علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جن کو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں ان کی تکرار اور نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلۂ الذیل روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جنمیں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے دوسری وہ جن میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویوں کے نام لکھدیئے ہیں۔ اول قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روایتیں ہیں۔ اول قسم کی روایتیں یہ ہیں۔

اللہ کے ہاں ہی حضرت
ابوسعید کہتے ہیں۔ پھر
حضرت ابوبکر روئے تو
ہم لوگوں نے اُنکے
رونے پر تعجب کیا کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم تو ایک بندہ کا حال
بیان کر رہے ہیں کہ اُسے
اختیار دیا گیا (اس
میں رونے کی کیا
بات ہے) مگر (بعد

کہتے ہیں کہ جب سے
عمر اسلام لائے برابر
غالب رہے۔
حضرت ابن عباس
کہتے ہیں کہ جب حضرت
عمر اپنے جنازے پر
رکھے گئے تو لوگوں نے
اُنہیں گھیر لیا۔ دعا
مانگتے تھے اور نماز
پڑھتے تھے قبل اسکے
کہ جنازہ اُٹھایا جائے

میں سے آیا اور اسنے
کعبہ کا حج کیا پھر اسنے
چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے
دیکھا تو اس نے پوچھا کہ
یہ کون لوگ ہیں لوگوں
نے کہا کہ قریش اسنے
کہا کہ یہ بوڑھے انمیں
کون ہیں لوگوں نے
کہا کہ عبداللہ بن عمر
اس نے کہا کہ اے
ابن عمر میں تم سے

بیان کیجئے کہا کہ وہ ایسے
ہی ہیں اُن کا گھر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے
گھروں کے بیچ میں ہے
بعد اسکے کہا کہ شاید یہ
بات تجھے بُری لگتی ہے
اُس شخص نے کہا ہاں۔
حضرت ابن عمر نے کہا
تو اللہ تجھے ذلیل کرے جا
اور میری ضرر رسانی
کی کوشش کر۔

ایک وہ روایت ہے جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور
جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے اس کے بیان کرنے والے
راوی حسب ذیل ہیں۔ اول محی السنہ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی۔ دوسرے
قاضی ابونصر شعیب بن علی۔ تیسرے موسیٰ بن سعید۔ چوتھے ولید بن علی۔ پانچویں
عباد بن یعقوب۔ چھٹے علی بن عباس۔ ساتویں فضیل۔ آٹھویں عطیہ۔ نویں ابوسعید
جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری وہ روایت ہے جو بحارالانوار میں بحذف اسناد اور تفسیر مجمع البیان طبرسی
میں بتفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اول سید ابوحمید مہدی بن
نزار حسینی۔ دوسرے حاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی۔ تیسرے حاکم ابوالد ابومحمد
چوتھے عمر بن احمد بن عثمان۔ پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک۔ چھٹے جعفر بن
محمد احمصی۔ ساتویں حسین بن حسین آٹھویں ابو معمر بن سعید۔ نویں ابو علی قاسم کندی۔ دسویں

کو معلوم ہوا کہ) وہ
اختیار دیا ہوا بندہ
رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم تھے اور ابو
بکر ہم سب سے زیادہ علم
رکھتے تھے پھر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سب لوگوں سے
زیادہ اپنی صحبت
میں اور اپنے مال میں
مجھ پر احسان کرنیوالے

اور میں بھی اُن
لوگوں میں تھا پس
یکایک ایک آدمی
نے میرا شانہ پکڑ لیا
تو وہ علی تھے پھر
انھوں نے عمر کے لئے
دعائے رحمت کی
اور کہا کہ (اے عمر)
تم نے کسی ایسے
شخص کو اپنے پیچھے
نہیں چھوڑا کہ اس کے

ایک بات پوچھتا
ہوں مجھے بتاؤ کیا تم
جانتے ہو کہ عثمان
احد کے دن بھاگ
گئے تھے اُنھوں نے
کہا کہ ہاں (جانتا ہوں)
اس نے کہا کیا
تم جانتے ہو کہ
وہ جنگ بدر سے
غائب تھے اور اس
میں شریک نہیں

حضرت علی سے روایت
ہے کہ حضرت فاطمہ رضی
اس تکلیف کی شکایت
کی جو چکی پیسنے کے
سبب سے اُنھیں ہوتی
پھر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس کچھ قیدی
آئے تو حضرت فاطمہؓ
گئیں مگر اُنھوں نے
آپ کو نہ پایا اور عائشہ
کو پایا تو عائشہ سے

یحییٰ بن یعلی - گیارھویں علی بن مسہر - بارھویں فضیل بن مرزوق - تیرھویں عطیہ کوفی
چودھویں ابو سعید خدری -
تیسری وہ روایت جس کو بحارالانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل
کیا ہے اور اُنھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے - اس
کے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہیں - دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے
عبد اللہ بن سلیمان اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا - پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے
علی بن عابس (درحقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی آٹھویں علی
بن منذر طریقی - نویں فضیل بن مرزوق دسویں عطیہ کوفی - گیارھویں ابو سعید خدری
چوتھی وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحارالانوار میں لکھی ہے - اس کے اول راوی
محمد بن عباس ہیں - دوسرے علی بن عباس مقانعی - تیسرے ابو کریب - چوتھے معاویہ
پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ - ساتویں ابو سعید خدری

ابو بکر ہیں اور اگر میں
اپنے پروردگار کے
سوا کسی اور کو خلیل
بناتا تو بے شک ابو بکر
کو بناتا مگر (ابو بکر سے
مجھے) اسلام کی اخوت
اور اس کی محبت (ہے)
مسجد میں کوئی دروازہ
ایسا نہ رہے جو بند نہ
کیا جائے سوا ابو بکر
کے دروازہ کے

جیسے عمل کے ساتھ
خدا سے ملنا بہ نسبت
تمہارے مجھے محبوب
ہو اور خدا کی قسم
میں خیال کرتا تھا کہ
اللہ تمہیں تمہارے
دونوں صاحبوں کے
ساتھ رکھے گا اور
میں خیال کرتا ہوں
کہ میں نے اکثر نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو یہ

ہوئے انھوں نے
کہا ہاں (جانتا ہوں)
اس نے کہا کیا تم
جانتے ہو کہ وہ
بیعة الرضوان سے
غائب تھے اور اس
میں شریک نہیں ہوئے
انھوں نے کہا ہاں
(جانتا ہوں) اس نے
کہا اللہ اکبر حضرت
ابن عمر نے کہا یہاں آ

انھوں نے بیان کیا
کہ میں اس سے آئی
تھی اور جب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف
لائے تو عائشہ نے
آپ سے فاطمہ کے آنے کا
حال بیان کیا۔ پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے ہاں تشریف
لائے اور ہم اپنے
خواب گاہ میں لیٹ

(اور دوسری قسم کی روایتیں یہ ہیں)

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اس میں دو راویوں کے نام منقول ہیں۔ ایک ابراہیم بن محمد بن میمون۔ دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچایا ہے

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں درمنثور سیوطی سے بلا حوالۂ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اس پر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن (مردویہ) نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو انھوں نے اسی حدیث کو جس کا ذکر سید مہدی بن بزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں۔ ایک فضیل بن مرزوق

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے پس ہم ابوبکر کو ترجیح دیتے تھے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کی فضیلت

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں احد ابوبکر و عمر گئے میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلے حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) اُحد (نامی پہاڑ) پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر

میں تجھ سے بیان کروں احد کے دن اُن کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اُن سے معاف کر دیا اور اُنھیں بخشدیا اور لیکن بدر سے ان کا غائب ہو جانا تو اس کیوجہ یہ تھی کہ اُن کے نکاح میں رسول اللہ

رکے تھے تو میں نے چاہا کہ اُٹھوں آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی جگہ پر رہو اور آپ ہم دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے یہانتک کہ میں نے آپکے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور آپنے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی بات تعلیم نکروں جو اس

دوسرے علیہ۔ چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالہ واقدی قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔

پانچویں وہ روایت جو معارج النبوۃ اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔

یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اُن تمام روایتوں کا جن کو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیوں کے مقابلہ میں ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف مواقع پر بحث فدک جہاں تہاں کی جاتی ہیں بیچارے ناواقف سنی انہیں دیکھکر گھبرانے لگتے ہیں اور وہ سمجھکر کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی حیران رہجاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو غلط فہمیاں اور اپنے عقائد میں شبہہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب ہم نے اُن سب کو

ہے ۔ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کا قول ہے کہ
اگر میں کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکر
کو بناتا اسکو حضرت ابو سعید
نے روایت کیا ہے
حضرت ابن عباس نبی
صلے اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے
ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں
اپنی امت میں کسی کو
خلیل بناتا تو بے شک

و عثمان بھی تھے پس
وہ پتھر ہلا تو آپ نے
اُسے اپنے پیر سے مارا
اور فرمایا کہ اے اُحد
ٹھیر جا کیونکہ تیرے
اُوپر ایک نبی اور
ایک صدیق اور
ایک شہید ہے ۔
زید ابن اسلم اپنے
والد سے روایت
کرتے ہیں انھوں نے

علی اللہ علیہ وسلم کی
صاحبزادی تھیں اور
وہ بیمار تھیں تو اُنسے
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تھا کہ
کہ تمہیں اس شخص
کی برابر ثواب اور حصہ
ملے گا جو بدر میں شریک
ہوا ہو مانی ہبیۃ
الرضوان سے ان کا
غائب ہونا تو اگر کوئی

سے بہتر ہے جبکی تم نے
خواہش کی ہی جب تم اپنی
خوابگاہ میں جاؤ تو ۳۴
مرتبہ اللہ اکبر کہو اور ۳۳
مرتبہ سبحان اللہ کہو
اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ
کہو یہ تمہارے لئے
خادم سے بہتر ہے ۔
حضرت سعد بن وقاص
کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت

ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ تمام روایتوں کا
ابو سعید پر ختم ہوتا ہے اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے
اور ان ہی سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے ۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اس میں
لگائے گئے ہیں اس کی جڑ ابو سعید ہیں ۔ مگر ابو سعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا
ہے جس سے ناظرین کو شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہیں جو صحابی تھے
حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہیں ہیں بلکہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے
مشہور اور صاحب تفسیر ہیں ۔ اُن کے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں ۔ اور اسی سبب
سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے ۔ کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی
سے لیا جاتا ہے ۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی لکھکر پکارے جاتے ہیں اور ان کی تین
کنیتیں ہیں ۔ ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید ۔ اور انہی سے عطیہ عوفی
روایت کرتے ہیں ۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید

میں ابوبکر کو خلیل بناتا
مگر وہ میرے بھائی اور
میرے ہمنشین ہیں
ایک دوسری روایت
میں ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ اگر میں کسی کو خلیل
بناتا تو بے شک انہیں
کو بناتا مگر اخوت اسلام
افضل ہے۔
عبداللہ بن ابی ملیکہ
سے روایت ہے وہ کہتے

کہا مجھ سے حضرت ابن
عمر نے بعض حالات
اُن کے یعنی حضرت
عمر کے پوچھے تو میں نے
اُن سے بیان کیا کہ
میں نے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد جبکہ آپ کی
وفات ہوئی کسی کو نیکو
کار اور کسی کو زیادہ
سخی نہیں دیکھا یہاں

شخص مکہ میں عثمان
سے زیادہ باعزت
ہوتا تو بے شک رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
عثمان کی جگہہ اُسے
بھیجتے بس اُنہیں رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھیجا تھا اور بعد
اسکے کہ عثمان چلے گئے
بیعۃ الرضوان ہوئی تو
رسول خدا صلے اللہ

علی سے کہا تھا کہ کیا تم
اس بات سے خوش ہو
کہ تم میرے ساتھ اس
درجے پر رہو جس درجہ پر
ہارون موسے کے
ساتھ تھے۔
عبیدہ حضرت علی سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
کہا تم لوگ جس طرح
فیصلہ کر لیا کرو کیونکہ میں
اختلاف کو برا سمجھتا ہوں

کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابوسعید خدری صحابی
سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابوسعید کہکر چپ ہو جاتے ہیں کلبی یا اور مشہور
نام ان کا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے
ہیں وہ ابوسعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور اُن کی یہ ہوشیاری
کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ
کی روایت ابوسعید کلبی سے ہے نہ کہ ابوسعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا
اور پھر ابوسعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں اور اس پردے
کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا اُٹھاتے ہیں۔ عطیہ جنھوں نے
اس روایت کو ابوسعید سے بیان کیا ہے اُن کی نسبت تقریب میں جو معتبر کتاب اسماء الرجال
کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ
بھی تھے "کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطی کثیرا وکان شیعیا مدلسا" اول تو ان کی روایت

ہیں کہ اہل کوفہ نے ابن زبیر کو دادا کی میراث کے بارے میں خط لکھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص جسکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا یعنی ابو بکرؓ دادا کو باپ کے درجہ میں کہا ہے محمد جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے

تک کہ یہ باتیں عمر بن خطاب پر ختم ہو گئیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی بابت پوچھا کہ قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا تو نے اسکے لئے کیا سامان مہیا کیا ہے اسنے عرض کیا کہ کوئی چیز نہیں سوا اس کے کہ میں اللہ اور اسکے

علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی نسبت یہ فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اُسے اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی ہے پھر اُس شخص سے حضرت ابن عمر نے کہا کہ اب تو ان باتوں کو اپنے ہمراہ لیجا۔ حضرت انس کہتے ہیں (ایک دن) نبی صلے اللہ

یہاں تک کہ لوگ سب متفق ہو جائیں یا میں بھی مر جاؤں جس طرح میرے اصحاب مر گئے اور ابن سیرین کی یہ رائے تھی کہ اکثر وہ روایتیں جو حضرت علی سے مروی ہیں جھوٹ ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب ختم ہوگئے

بسبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں دوسرے بوجہ تدلیس کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بلحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے کہ شیعوں کی روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں ابن جوزی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔

"ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیران یبینوا انہ موضوع وھذا جنایۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع وھذا قبیح لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل انتھی" یعنی علماء محدثین کو ابلیس نے حدیث موضوع کی روایت

ہیں کہ انھوں نے کہا ایک
عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئی تو آپنے اُسے حکم دیا
کہ وہ پھر آپکے پاس آئے
اُس نے کہا بتائیے اگر میں آؤں
اور آپکو نہ پاؤں گویا وہ موت
کو کہتی تھی آپنے فرمایا اگر مجھکو
نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آجانا
حضرت عمار کہتے ہیں کہ مینے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
کہ آپ کے ہمراہ کوئی نتھا

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو دوست رکھتا ہوں آپ
نے فرمایا تو اسی کے ساتھ
ہوگا جسے دوست رکھتا ہی
حضرت انس نے کہا کہ ہم کسی
بات پر اس قدر خوش
نہیں ہوئے جس قدر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
قول سے کہ تو اسی کیساتھ
ہوگا جسے دوست رکھتا ہی
خوش ہوئے حضرت انس

علیہ وسلم اُحد (نامی پہاڑ)
پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ
ابوبکر و عثمان بھی تھے پس وہ
ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اُحد
ٹھیر جا اے اُحد مجھے خیال
ہے کہ آپ نے اسے اپنے
پیروں سے دبایا کیونکہ تیرے اوپر
ایک نبی اور ایک صدیق
اور دو شہید ہیں۔
عثمان بن عفان پر بیعت

کرنے میں یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ
یہ بات ان کی شرع میں خیانت ہے اور ان کا انہی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے
روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے
کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں
میں کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث میں روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے
فلاں نے فلاں سے یا فلاں نے کہا فلاں سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلاں نے
فلان سے سُنا ہے حالانکہ نہیں سُنا تو یہ بہت بری بات ہے اس لئے کہ راوی حدیث
منقطع کو (جس کا راوی بیچ میں سے چھوٹا ہو) متصل کے (جسکے راوی برابر مسلسل
ہوں) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے " عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی
شہیر ضعیف قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم

سوا پانچ غلاموں کے اور
دو عورتوں کے اور ابو بکر کے
حضرت ابو الدرداء کہتے
ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا
کہ ابو بکر آئے اپنے چادر کا
کنارہ اٹھائے ہوئے یہاں
تک کہ گھٹنا کھل گیا تھا پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تمہارے دوست
لڑے ہوئے آرہے ہیں

کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر
کو دوست رکھتا ہوں
اور امید رکھتا ہوں کہ
بوجہ ان کی محبت کے
جو مجھے ہے میں انکے ہمراہ
ہونگا اگرچہ میں نے ان
کے اعمال کے مثل عمل
نہیں کئے۔
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور ناتفاقی کا قصہ اور اسی
میں حضرت عمر بن خطاب
کی شہادت کا بیان ہے۔
عمرو بن میمون کہتے ہیں میں نے
حضرت عمر بن خطاب کو چند
روز اس سے پہلے کہ وہ شہید
ہوں مدینہ میں دیکھا کہ وہ
حذیفہ بن یمان اور عثمان
بن حنیف کے پاس کھڑے
ہوئے کہہ رہے تھے کہ تم
دونوں نے کیا کیا تمہیں

فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیۃ وابو ہارون وبشر بن حرب عندی
سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول
قال ابو سعید قلت یعنی یوہم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف۔ یعنے عطیہ بن سعد
عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ان کی حدیث ضعیف ہے۔ اور
سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے
اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے
ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور ابو بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام
احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور ان سے تفسیر لیتے
اور اسے ابو سعید کے نام سے لکھ دیتے اور یوں کہتے کہ ابو سعید نے ایسا کہا ہے ذہبی
کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابو سعید خدری
ہیں۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے انکو ضعیف بتایا ہے اور سخاوی نے رسالہ منظومہ

پھر ابو بکر نے سلام کیا اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا تو میں نے جلدی میں کچھ انھیں کہڈالا بعد اسکے میں نادم ہوا اور میں نے ان سے درخواست کی کہ معاف کردیں مگر اُنہوں نے مجھسے انکار کردیا لہذا میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تمہیں معاف

فرمایا تم سے اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے تو میری امت میں اگر کوئی ہو گا تو وہ عمر ہیں دوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے کہ انسے (خدا کی طرف سے) باتیں

اس بات کا خیال ہے کہ تم نے زمین پر اسقدر خراج باندھ دیا ہے جسکی وہ طاقت نہیں رکھتی ان دونوں نے کہا نہیں ہم نے اسپر اسقدر خراج باندھا ہے جسکی وہ طاقت رکھتی ہے اس میں بہت زیادتی نہیں ہے حضرت عمر نے کہا غور کرو شاید تم نے اس زمین پر اس قدر خراج باندہ دیا ہو جسکی وہ طاقت نہیں

جزری میں جو اصول حدیث میں ہے " باب من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة " میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے وہاں یہ بیان کیا ہے " وهو ابو سعید الذی روی عنه عطیة العوفی موهما انه الخدری " کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اور عطیہ عوفی ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنے " قال ابو سعید " کہکر روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔

اس حقیقت سے جو ہم نے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے بات کھل گئی کہ یہ روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ تھے ان کی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری میں اس بات میں جن کا اوپر ذکر ہوا

کر دیے (تین مرتبہ فرمایا)
پھر عمر نادم ہوئے اور وہ
ابوبکر کے مکان پر گئے اور پوچھا
کہ کیا ابوبکر یہاں ہیں لوگوں نے
کہا کہ نہیں تو وہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گئے پس
(انہیں دیکھ کے)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
چہرہ کا رنگ بدلنے لگا یہانتک
کہ ابوبکر ڈر گئے اور اپنے
دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ

کی جاتی تھیں وہ نبی نہ ہوتے
تھے پس اگر اُن میں سے
میری امت میں کوئی ہوگا
تو وہ عمر ہیں حضرت ابن
عباس کہتے ہیں (کہ محدث
کا ذکر قرآن میں ہے) من
نبی ولا محدث۔
حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے (ایک مرتبہ) فرمایا
کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں

رکھتی اُن دونوں نے کہا
کہ نہیں پھر حضرت عمر نے
کہا کہ اگر اللہ نے مجھے زندہ
رکھا تو میں اہل عراق کی
بیوہ عورتوں کو اس حال
میں کر دوں گا کہ میرے بعد
کسی کی محتاج نہ ہوں۔
عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ
پھر اُن پر چوتھا ہی دن تھا
کہ وہ شہید کر دیے گئے
عمرو بن میمون کہتے ہیں جس دن

یہ لکھا ہے کہ اُن لوگوں میں سے جن کے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں ہیں ایک
محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں اُنھیں کی کنیت ابونضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن
اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنھیں کا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اُسامہ
اسی نام سے اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنھیں کی کنیت ابوسعید ہے اور اسی کنیت
سے عطیہ عوفی اُن سے روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈالیں کہ یہ ابوسعید
خدری ہیں۔ اور اُنھیں کی کنیت ابوہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید
اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں "ان من امثلتہ رای من لہ
اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ، محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابوالنضر الذی روی عنہ ابن اسحاق
وھو حماد بن السائب روی عنہ ابواسامۃ وھو ابوسعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھماً انہ الخدری
وھو ابوھشام روی عنہ القاسم بن الولید" اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے "محمد بن
السائب بن بشیر الکلبی ابوالنضر الکوفی النسابۃ المفسر متھم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات

گئے اور کہا یا رسول اللہ خدا
کی قسم میں نے ہی زیادتی
کی تھی (دو مرتبہ یہی کہا) پھر نبی
صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا
کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف
(نبی بناکے) بھیجا تم لوگوں نے
کہدیا کہ تو جھوٹا ہے اور ابو بکر
نے کہا کہ سچ کہتے ہیں۔ اور
انھوں نے اپنی جان سے اور
اپنے مال سے میری خدمت کی
پس کیا تم میرے لیے میرے

میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ
کیا اور ان میں سے ایک
بکری اس نے لے لی اس
چرواہے نے اس کا پیچھا
کیا یہاں تک کہ اس بکری کو
اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے
اس سے کہا کہ درندہ والے
دن اسکا کون محافظ ہوگا
جس دن میرے سوا اسکا
کوئی چرواہا نہ ہوگا تو لوگوں نے
کہا کہ سبحان اللہ پھر نبی صلی اللہ

وہ شہید ہونے میں کھڑا ہوا
تھا میرے اور انکے درمیان
میں سوا عبداللہ بن عباس کے
کوئی نہ تھا اور وہ جب دو
صفوں کے درمیان میں
گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ
برابر کرو یہاں تک کہ جب
صفوں میں کچھ خلل نہ دیکھتے
تو آگے بڑھتے تھے اور تکبیر کہتے
تھے اور اکثر سورۂ یوسف
یا سورۂ نحل یا اسی کے مثل

سنتہ مائتہ وست واربعین" کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے
جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں اور میزان الاعتدال میں انکی نسبت لکھا ہے "محمد بن السائب
الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنہ
قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکہ یحیٰے وابن مہدی ثم قال علی
حدثنا یحیٰے عن سفیان قال لی الکلبی حدثتک عن ابی صالح فہو کذب وقال یزید بن زریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویہ قال الاعمش اتق ہذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس
وانما یسمون ہم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک الذین یقولون ان
علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا ویملاءہ عدلا کما ملئت جورا وان راوا سحابۃ قالوا امیر المومنین
فیہا وعن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبریل یملی الوحی علی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم
الخلاء جعل یملی علی علیؑ وقال احمد بن زہیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا
وقال الجرجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان وضوح الکذب

دوست کو چھوڑ دو گے (یا نہیں)
دو مرتبہ (یہی فرمایا) پھر ابوبکر کو
اسکے بعد کسی نے نہیں سنایا
حضرت عمرو بن عاص سے روایت
ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
انہیں غزوہ ذات السلاسل
میں بھیجا تو (وہ کہتے ہیں جب
میں اُس غزوہ سے لوٹ کے
آپکے پاس آیا تو میں نے کہا
کہ کون لوگ آپ کو زیادہ
محبوب ہیں آپنے فرمایا عائشہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسپر میں
ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر و
عمر (ایمان لاتے ہیں) حالانکہ
ابوبکر و عمر وہاں نہ تھے
حضرت ابو سعید خدری کہتے
ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا کہ اس حال میں
کہ میں سوہا تھا لوگ میری
سامنے پیش کیے گئے اور
ان (کے جسم) پر کُرتے تھے پس

اور کوئی سورت پہلی رکعت
میں پڑھا کرتے تھے تاکہ لوگ
جمع ہو جائیں پس ویسے ہی
اُنہوں نے تکبیر کہی تھی کہ میں نے
انھیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ
قتلنی او اکلنی الکلب، جبکہ
اس نے حضرت عمر کو زخمی کیا
پھر وہ غلام دو دھاری چھری
لئے ہوئے بھاگا۔ داہنے
بائیں جس پر اُسکا گزر ہوتا تھا
اُسے وہ مارتا تھا یہانتک

فیہ اظہر من ان یحتاج الی الاعراف وفی وصفہ یروی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر و
ابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیہ اخرجت لہ الارض افلاذ
کبدہا لایحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ۔ کہ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابوالنضر
ہے وہ کوفی ہیں۔ اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام ثوری اُن کی
نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہئے اسپر اُن سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اُنسے
روایت کرتے ہیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے
جدا کرنا جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت
قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحییٰ سے اور اُنھوں نے
سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت
کروں وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ
بن سبا کے فرقہ کا تھا۔ اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے کہ

مین نے عرض کیا کہ مردوں
میں آپنے فرمایا کہ اُن کے
باپ میں نے پوچھا کہ پھر کون
آپنے فرمایا پھر عمر بن خطاب
پھر آپ نے چند آدمیوں کا
نام لیا۔
حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ
مینے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے
تھے۔ اس حال میں کہ ایک چرواہا
اپنی بکریوں میں تھا کہ بھیڑیئے

بعض کُرتے تو پستان تک
پہنچتے تھے اور بعض اس سے
نیچے اور عمر میرے سامنے
پیش کئے گئے اور اُن کے جسم
پر ایک کُرتا تھا کہ وہ اُس کو
کھینچتے ہوئے چلتے تھے صحابہ
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپنے اسکی کیا تعبیر لی آپنے
فرمایا کہ دین۔
حضرت مسور بن مخرمہ کہتے
ہیں کہ جب عمرؓ زخمی کئے گئے تو

کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو
زخمی کیا اُن میں سے سات
مرگئے پھر جب اس بات کو
ایک شخص نے مسلمانوں سے
دیکھا تو اس نے اپنا باران کوٹ
اُسپر ڈالدیا پس جب اس غلام
کو یہ خیال ہوا کہ وہ پکڑ لیا جائے
گا تو اس نے اپنے آپکو ذبح
کر ڈالا اور حضرت عمر نے عبدالرحمن
بن عوف کا ہاتھ پکڑ کے اُنہیں
آگے کر دیا پس جو شخص (اسوقت)

فرقہ سے بچنا چاہیئے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی
تھا۔ یعنی اون لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نہیں مرے اور پھر وہ
دنیا کی طرف رجعت کریں گے۔ اور اُسے انصاف سے اُسی طرح بھر دیں گے جیسے کہ
وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی میں
ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سُنا
ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے ہیں اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت
کے لئے بیت الخلا جاتے تو جبرئیل علی پر اس وحی کو املا کرتے یعنی اُن سے کہتے۔ اور
احمد بن زہیر کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست
ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہاہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار
قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اس کی روایت لینے کے لائق
نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی

نے اسپر حملہ کیا اور اُنمیں سے ایک بکری اُس نے پکڑ لی پس چرواہے نے اس بکری کو چھوڑا لیا پس بھیڑیا اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ درندہ والے دن بکری کا محافظ کون ہوگا جسدن اُس کا کوئی چرانے والا میرے سوا نہ ہوگا اس حال میں کہ ایک شخص گائے کو لئے جا رہا تہا اسپر سوار ہو گیا تو وہ گائے اسکی طرف متوجہ

وہ رنجیدہ ہونے لگے اُنسے ابن عباس نے کہا اور گویا ابن عباس اُنہیں بے صبر خیال کرتے تھے کہ اگر یہ بات ہوئی (یعنے آپ کو موت آگئی تو کچھ غم نہیں کیونکہ) آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی اور اُنکا حق صحبت اچھا ادا کیا پھر جب آپ جدا ہوئے تو وہ آپ سے

حضرت عمر کے قریب تہا وہ ان باتوں کو دیکھ رہا تہا جو میںنے دیکھیں اور جو لوگ مسجد کے کنارے میں تھے اُنہیں کچھ معلوم نہیں ہوا سوا اسکے اُنہوں نے حضرت عمر کی آواز نہیں پائی اور وہ یہ کہتے تھے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ پھر اُن لوگوں کو عبد الرحمن بن عوف نے بہت ہلکی نماز پڑہا دی پھر جب نماز سے سب لوگ فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے کہا کہ اے

حاجت نہیں ہے اور ان حضرات کے صفات میں سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سُنا۔ مگر جب اُون کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوئی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے نہ کہ اس سے سند لینا۔

اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے اُن کے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہاں بیان کیا ہی وہاں اُن کے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور اُن کے فرزند کو اس قسم کے متروکین میں داخل بھی نہیں کیا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں "ہشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وھو ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ" اور یاقوت حموی نے معجم الادباء میں جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا ذکر کیا ہے لکھا ہے "ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر

اور اُس نے اس سے بات
کی کہ ہمیں اسلئے پیدا ہیں کیا گیا
بلکہ ہم کھیتی کے لئے پیدا کی
گئی ہوں لوگوں نے (تعجب سے)
کہا کہ سبحان اللہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں اسپر
ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر
اور عمر بن خطاب۔
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
میں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

راضی تھے پھر آپ نے ابو بکر
کی صحبت اُٹھائی اور اُنکا
حق صحبت اچھا ادا کیا
پھر آپ جدا ہوئے تو وہ
آپ سے راضی تھے بعد
اسکے آپ نے اُنکے صحابہ
کی صحبت اٹھائی اور
اُن کا حق صحبت اچھا
ادا کیا اور اگر آپ اُن سے
جدا ہونگے تو وہ آپ سے
راضی ہوں گے حضرت عمر

ابن عباس دیکھو تو مجھے کس نے
قتل کیا ہے پس وہ تھوڑی
دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتے
رہے بعد اس کے آئے اور
اُنہوں نے کہا کہ مغیرہ کے غلام
نے حضرت عمر نے کہا اس کاریگر
نے ابن عباس نے کہا ہاں
تو حضرت عمر نے کہا کہ اللہ
اُسے غارت کرے مینے
تو اُسے ایک عمدہ بات
کا حکم دیا تھا اللہ کا شکر ہے

غیر موثوق بہ فانہ لم یدخل فی کتابہ شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل
بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانہم عندہ اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی
تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی اور اسی لئے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب
کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا کیونکہ یہ
لوگ اُن کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ
الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر کلبی من اولہ الی آخرہ
کذب لا یحل النظر فیہ یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے
بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں۔ اور
رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلوں میں چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ
صدق کے ایسے اعلےٰ درجہ پر ہیں۔ کہ جن کو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سنا اُن سے
برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر چاہا اُسے اپنے دل سے گھڑ کر بیان کر دیتے ہیں

سُنا کہ اس حال میں کہ میں
سو رہا تھا میں نے اپنے کو
ایک کنوئیں پر دیکھا اُس پر
ایک ڈول تھا پس میں نے
اس سے جس قدر ڈول اللہ
نے چاہے نکالے پھر
اسکو ابن ابی قحافہ نے لیا
اور اُنھوں نے اس سے ایک
ڈول یا دو ڈول نکالے اور
انکے نکالنے میں کچھ کمزوری
تھی اور اللہ اُنکی کمزوری کو

نے کہا کہ جو تمنے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اور اُن کی رضامندی کا
ذکر کیا تو یہ صرف اللہ کا
احسان ہے جو اُسنے مجھپر
کیا مگر یہ بے صبری جو تم
مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ
تمہاری وجہ سے اور تمہارے
اصحاب کی وجہ سے ہے خدا
کی قسم اگر میرے پاس تمام
دنیا بھر کا سونا ہوتا تو میں

ہے کہ اس نے میری موت
کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر
نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ
کرتا ہے بیشک میں اور
تمہارے والد دونوں اس بات کو
دوست رکھتے تھے کہ مدینہ
میں غلام بہت ہو جائیں
اور عباس کے پاس
زیادہ غلام تھے تو انھوں نے
(مجھ سے ایک مرتبہ) کہا کہ
اگر تم چاہو تو میں ایسا کروں

اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب
میں اُن کی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے ہے اور یہی ہیں واضع یا ناقل حدیث
ہبۂ فدک کے جس کو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے اپنے مذہبی عقائد
کی حمایت کے لئے ان سے روایت کیا اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر حدثنا
ابو سعید کہکر لوگوں کو اس شبہہ میں ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہوں گے ۔

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جنپر سلسلہ ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری
نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں
سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور
جیسے عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت
جو طرایف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے اور دُر منثور سیوطی اور بزاز اور
ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ

معاف کرے بعد اسکے
وہ ڈول چرس بنگیا پھر اسکو
ابن خطاب نے لیا یا تو مینے
لوگوں میں سے کسی زور آور
کو نہیں دیکھا کہ وہ عمر کیطرح
(زور سے) نکالتا ہو یہانتک
کہ لوگ سیراب ہو گئے۔
حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں
کہ (اکبر تبہ) رسول اللہ صلی اللہ
علیہ سلم نے فرمایا جو شخص اپنا
کپڑا تکبر کی نیت سے نیچا کرے گا

اسکو خدا اسکے عذاب کے
فدیہ میں دیدیتا تھی اسکے
کہ میں اُسکو دیکھوں
حضرت ابو موسٰی کہتے ہیں
کہ میں مدینہ کے باغوں
میں سے کسی باغ میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تھا تو ایک شخص آیا اور
اس نے دستک دی تو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دروازہ کھولدو اس سے وہ خوش ہوا

ورنہ اگر یہ ہو تو میں ان کو
قتل کردوں میں نے کہ
یہ غلام ہو بعد اس کے کہ و
تمہاری زبان میں گفت گ
کرنے لگے اور تمہاسے قبا
کیطرح نماز پڑھنے لگے اور
تمہاری طرح حج کرنے لگے۔
اب تم قتل نہیں کرسکتے پھر
عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے
گئے اور لوگون (کے رنج
و غم کا حال تھا کہ ان کو

اس کے آگے نہیں ہے۔ یہ فقط اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے بڑھا دیا گیا۔
اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اس طور پر کہ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں سے بحث کی جائے مگر ہم ہر روایت اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیوں سے کم و بیش بھرے ہوئے ہیں۔ اور جسکو دیکھئے اوسمیں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔
پہلی روایت جو طرایف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اُس کے آخری راوی ابو سعید ہیں اور جس نے روایت کی ہے یعنی عطیہ ان کا حال تو معلوم ہو گیا۔

اللہ اُسکی طرف قیامت کے دن نظر نہ کرے گا تو ابو بکر نے کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اُسکی نگاہداشت کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تم تکبر نہیں کرتے۔
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللہ کا شکر کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے کھولدو اور اسے جنت کی بشارت دو چنانچہ میں نے اس کے لئے کھول دیا تو وہ عمر تھے پھر میں نے اُنھیں اس بات کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس دن سے پہلے کبھی کوئی مصیبت پہنچی ہی نہ تھی کوئی کہتا تھا کہ کچھ حرج نہیں (اچھے ہو جائیں گے) اور کوئی کہتا تھا ہمیں انکی طرف سے اندیشہ ہے پھر نبیذ (یعنی چھوہارے کا بھیگا ہوا پانی) لائی گئی حضرت عمر نے نے پیا تو وہ اُنکے پیٹ سے نکل گئی بعد اُسکے دودھ

اب فضیل کا حال سُنئے جنھوں نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ اِن کی نسبت تقریب میں لکھا ہے کہ "الفضیل بن مرزوق الکوفی۔ رمی بالتشیع" کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تذہیب التہذیب میں لکھا کہ "الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا" فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے سخت شیعہ تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ "یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف" کہ ان کی حدیث لکھ لیجائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے " قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطی علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ وقال الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف " یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص خدا کی راہ میں دو چیزیں ایک قسم کی دے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائیگا اور جو شخص صدقہ والوں میں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائیگا اور جو شخص روزہ والوں میں

نے فرمائی تھی تو انہوں نے اللہ کا شکر کیا بعد اسکے اور ایک شخص نے دروازہ کھلوایا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسکے لئے کھولدو اور اُسے جنت کی بشارت دو اس مصیبت پر جو اسے پہنچے گی تو وہ عثمان تھے پھر ان سے انہیں اُس

لایا گیا اُنہوں نے پیا تو وہ بھی اُنکے پیٹ سے نکل گیا پس لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ مرجائیں گے پھر ہم سب لوگ اُن کے پاس گئے اور لوگ آنے لگے اور ان کی تعریف کرنے لگے اور ایک جوان آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین

صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انہوں نے اس کو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ تو ان سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کریں تو ان سے احتجاج کیا جائے۔ اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین سے ان کا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق نے اس خبر کو علی بن عباس سے روایت کیا ہے۔ ان کا حال سنیئے۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرہما روی عباس عن ابن معین لیس بشئی وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک ثنا قاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب اخبرنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک قلت ہذا

ہوگا وہ روزہ کے دروازہ
یعنی ریّان (نامی) دروازہ
سے بلایا جائیگا ابوبکرؓ نے
عرض کیا کہ جو شخص ان
سب دروازوں سے
بلایا جائے اسے پھر کوئی
ضرورت نہیں اور پوچھا
کہ یارسول اللہ کیا کوئی
ان سب دروازوں سے
بلایا جائیگا آپنے فرمایا ہاں
اور میں امید رکھتا ہوں

بات کی خبر دی جو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمائی تھی تو
اُنھوں نے اللہ کا شکر کیا
بعد اسکے کہا کہ اللہ المستعان
یعنی اللہ سے صبر کی مدد
مانگتا ہوں۔
حضرت عبداللہ بن ہشام
کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ
تھے اور آپ عمر بن خطابؓ
کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

آپ کو اللہ کی طرف سے
خوشخبری ہو بوجہ صحبت
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم اور قدامت اسلام
کے جو آپ (خود بھی)
جانتے ہیں پھر آپ
خلیفہ بنائے گئے تو آپ
نے انصاف کیا اس کے
بعد شہادت (آپ کو
نصیب ہوئی) حضرت
عمرؓ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں

باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئاً ہوفی حوزہا وملکہا وفیہ غیر
علی من الضعفاء " کہ علی بن عباس ارزق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی
سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ
یہ کچھ نہیں ہیں اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان
کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے
قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا اور اُن سے علی بن عباس
نے اور اس سے فضیل بن مرزوق نے اور اس سے عطیہ نے اور اس سے ابو
سعید نے کہ جب آیہ " وآت ذاالقربیٰ حقہ " نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت
فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے
تو حضرت فاطمہ پھر کچھ طلب نفرماتیں اس لئے کہ فدک آپ کے قبضہ اور ملک میں ہوتا۔
اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

کہ اے ابو بکر تم انہیں میں سے ہو گے
حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتی ہیں کہ جب حضور کی وفات ہوئی تو ابو بکر (مقام)
سنح میں تھے (اسمٰعیل راوی کہتے ہیں کہ سنح
بلندی مدینہ میں ایک مقام ہے) پس عمر
یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ خدا کی قسم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی
(حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت عمر کہتے
تھے خدا کی قسم میرے دل میں بھی یہی تھا)
کہ بیشک یقیناً اللہ انہیں اٹھائے گا
اور آپ ان لوگوں کے ہات اور پیر کاٹ

کہ یہ سب باتیں مجھپر برابر سرابر ہو جائیں
نہ مجھپر عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے
پھر جب وہ شخص لوٹا تو اسکا ازار زمین سے
مس کر رہا تھا حضرت عمر نے کہا کہ اُس
لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ
وہ لایا گیا تو) انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے
اپنا کپڑا اونچا کرو کیونکہ یہ تمہارے کپڑے
کو بھی صاف رکھنے والی او[illegible] تمہارے پروردگار
کے نزدیک زیا[illegible] وہ پرہیزگاری کی بات ہے
اے عبد[illegible]اللہ بن عمر دیکھو مجھپر کس قدر
قرض ہے لوگوں نے حساب کیا تو چھیاسی ہزار

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں ان حضرت کا حال معلوم کیجئے۔ تقریب میں یہ لکھا ہے "عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو و بالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابو سعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک" یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لایق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار میں ہے "ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثا فی البخاری مقرون خلیل علیہ ہو یستحق الترک" اور تہذیب التہذیب میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی ابو سعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ قال ابن عدی فیہ غلو وروی احادیث منکرۃ فی فضائل اہل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان" کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں

ڈالیں گے پس ابوبکر آئے اور انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرا کھولا
اور آپ کا بوسہ لیا اور کہا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ
زندگی اور موت (دونوں حالتوں) میں
پاکیزہ ہیں قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے کہ اللہ آپ کو دو موتوں کا
ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا بعد اسکے وہ باہر
گئے اور انہوں نے (حضرت عمر سے) کہا کہ
اے قسم کھانے والے ٹھیر جا پس جب
ابوبکر باتیں کرنے لگے تو عمر بیٹھ گئے پھر

یا اس کے قریب پایا۔ حضرت عمر نے کہا
کہ اگر اس قرض کے لیئے عمر کی اولاد
کا مال کافی ہو جائے تو انہیں کے مال
سے اسکو ادا کرنا ورنہ پھر بنی عدی بن
کعب سے مانگنا اگر ان کے مال بھی
کافی نہوں تو قریش سے سوال کرنا اور
ان کے علاوہ کسی اور سے نہ سوال کرنا
اور اس قرض کو میری طرف سے ادا کرنا
حضرت عائشہ ام المومنین کے پاس جاؤ
اور کہو کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور
امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں اب

اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال
میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ و رؤس البدع
لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح
مقرونا بآخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الا
ہوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی الاحادیث
فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وہو لفو
اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ وکان داعیۃ الی الرفض
ومع ذالک یروی المناکیر عن المشاہیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب
شیعی صدوق" یعنے عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیوں کے
رئیسوں میں سے ہیں لیکن حدیث میں صادق ہیں شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت
سی روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے بخاری نے ایک حدیث پر دوسرے راوی سے

پھر ابو بکر نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا آگاہ ہو جاؤ جو شخص محمد کی پرستش کرتا ہو تو وہ یاد رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو (وہ دین پر قائم رہے) کیونکہ اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور اللہ نے فرمایا ہے انک میت وانہم میتون" اور فرمایا ہی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا

امیر المومنین نہیں ہوں اور کہنا کہ عمر ابن خطاب آپ سے اس امر کی اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ اپنے دونوں صاحبان (یعنی آنحضرت اور ابو بکر) کے پاس دفن کیا جائے (پس عبداللہ بن عمر گئے اور) اُنہوں نے سلام کر کے اجازت (اندر جانے کی) مانگی پھر اندر ان کے پاس گئے تو انکو بیٹھے ہوئے روتا ہوا پایا اور کہا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اس بات کی اجازت مانگتے ہیں کہ اپنے دونوں صاحبوں کے پاس دفن کئے جائیں

مقرون ہے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے ... اور ابدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضایل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اس کو یہ بھی کہتے سُنا کہ اللہ تعالےٰ اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے کیونکہ اُنہوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسماء الرجال کی اُن کتابوں میں ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہیں اُنمیں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں شیعہ نکلے

وسیجزی اللہ الشاکرین۔" راوی کہتا ہے
پس سب لوگ بے اختیار رونے لگے راوی
کہتا ہے انصار سعد بن عبادہ کی طرف
سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور کہنے
لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک
امیر تم میں سے ہو پھر ابو بکر اور عمر ابن
خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح اُن کے
پاس گئے عمر نے گفتگو کرنا چاہا مگر ابو بکر نے
انھیں روک دیا اور عمر کہتے تھے کہ خدا کی
قسم میں نے یہ ارادہ اس سبب سے کیا تھا
کہ میں نے ایک ایسا کلام سوچا تھا کہ مجھے

حضرت عائشہ نے کہا میں اس جگہ کو اپنے
واسطے چاہتی تھی مگر میں انھیں اب
اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں پھر جب
عبد اللہ بن عمر آئے تو (حضرت عمر سے)
کہا گیا کہ یہ عبد اللہ بن عمر آگئے حضرت
عمر نے کہا مجھے اُٹھاؤ تو ایک شخص نے
انہیں اپنے سے لگا کر بٹھا دیا پھر حضرت
عمر نے (عبد اللہ بن عمر سے) کہا کہ تمہارے
پاس کیا خبر ہے انھوں نے کہا کہ اے
امیر المومنین وہی جو آپ چاہتے ہیں حضرت
عائشہ نے اجازت دیدی حضرت عمر نے

یعنی عباد بن یعقوب ۔ علی بن عابس ۔ فضیل ۔ عطیہ ۔ ابو سعید اور ان سب کے بزرگ
جو بانی اس روایت کے ہیں وہ ابو سعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے
جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے کہ وہ حضرت علی کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی
رجعت کے معتقد ہیں ۔

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ
تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر
منتہی ہوتی ہے اُس کے آخرتین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو
کلبی ہیں جن کو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے ۔ باقی اس سلسلے میں
ایک یحیی بن یعلی ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے "یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی
ضعیف من التاسعۃ" اور تذہیب التہذیب میں ہے "یحیی بن یعلی الاسلمی ابو ذکریا

بہت اچھا معلوم ہوا مجھے خوف تھا کہ ابوبکر
وہاں تک نہ پہنچیں گے بعد اسکے ابوبکر
نے کلام کیا تو انہوں نے ایسا کلام کیا
جیسے بہت بلیغ آدمی کلام کرتا ہے انہوں نے
اپنے کلام میں کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم لوگ
وزیر ہو تو حباب بن منذر نے کہا کہ نہیں
خدا کی قسم ہم ایسا نکریں گے ایک امیر ہم میں
سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو ابوبکر
نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر
ہو کیونکہ قریش تمام عرب میں باعتبار
مکان کے عمدہ اور فضائل میں واضح

کہا کہ خدا کا شکر ہے میرے نزدیک کوئی
چیز اس سے زیادہ اہم نہ تھی پس جب میں
مرجاؤں تو مجھے اٹھانا اور پھر حضرت
عائشہ کو سلام کہنا اور کہنا کہ عمر بن خطاب
اجازت چاہتا ہے پس اگر وہ مجھے اجازت
دیدیں تو مجھے داخل کردینا اور اگر وہ
واپس کردیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان
میں لیجانا اور اسکے بعد ام المومنین
حفصہ آئیں اور اور عورتیں بھی اُن کے
ہمراہ آئیں تو جب ہم نے انھیں
تو ہم لوگ اُٹھ گئے اور وہ حضرت

الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاشش وعنہ جندل ابن واثق وقتیبۃ قال ا
معین لیس بشئی وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث" کہ یحیےٰ بن یعلی شیعی ضعیف ہیں
ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہیں۔
راویوں کی حقیقت موجودہ کتابوں میں نکلی اور نہ اُن کے تحقیق کی ضرورت ہے
لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہوں تاہم سلسلہ روایت تین پر خ
ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہیں اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہیں اور جن
سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعہ
ہیں جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ سوائے اس کے یہ روایت جو بحار الانوا
لکھی ہے اس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیجائے کیا تعجب
بلکہ گمان غالب ہے کہ روایت شیعوں ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب
البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کی۔

ثر ہیں پس تم عمر سے یا ابو عبیدہ بن
جراح سے بیعت کر لو تو عمر بولے کہ نہیں
بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے آپ ہمارے
سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر اور ہم
سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
محبوب ہیں پس عمر نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑ لیا
ور اُن سے بیعت کی اور اور لوگوں نے
بھی اُن سے بیعت کی تو ایک کہنے والے
نے کہا کہ تم نے سعد بن عبادہ کو قتل
کر دیا عمر نے کہا اللہ نے اُسے قتل کر دیا
ہم نے نہیں قتل کیا)

کے پاس آئیں اور ان کے پاس تھوڑی
دیر بیٹھ کے روئیں اور مردوں نے اجازت
مانگی تو وہ اندر مکان کے چلی گئیں پھر
ہم نے اُن کے رونے کی آواز اندر سے
سنی لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین کچھ
وصیت فرمایئے کسی کو خلیفہ بنا دیجئے
حضرت عمر نے کہا میں اس کام کا حق دار
ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہوئی اور وہ ان لوگوں سے راضی تھے
پھر انھوں نے علی اور عثمان اور زبیر اور طلحہ

سری روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل
ا ہے اور انہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے
ی کی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔
ہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علماء اور مفسرین شیعہ
ا سے ہیں جیسا کہ اُن کے ترجمۂ کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن
ن بن الماہیار ابو عبداللہ البزاز المعروف با بن الحجام ثقۃ فی اصحابنا عین سدید
الحدیث لہ کتاب المقنع فی الفقۃ کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اہل البیت
ل جماعۃ من اصحابنا انہ کتاب لم یصنف فی معناہ مثلہ وقیل انہ الف ورق جش حد اللذ
الکتابین الاولین وفی ست اخبرنا بکتبہ ورو ایاتہ جماعۃ من اصحابنا عن ابی محمد ہارون
وسے التلعکبری عنہ اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مردان الثقۃ عن التلعکبری کہ
عباس ثقہ ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے ہیں نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ
سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا وفات
کیوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں
چڑھ گئیں بعد اس کے آپ نے تین مرتبہ
فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ اور انھوں نے
پوری حدیث بیان کی حضرت عائشہ
کہتی ہیں کہ ابو بکر و عمر کا جو خطبہ ہوا اس سے
اللہ نے نفع پہنچایا عمر نے لوگوں کو (خدا
کی نافرمانی سے بہت) ڈرایا اور بے شک
ان میں نفاق تھا پس اس نے عمر کیوجہ
سے وہ نفاق دور کر دیا پھر ابو بکر نے

اور سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف کا
نام لیا اور کہا کہ عبد اللہ ابن عمر تمہارے
پاس حاضر رہا کریں گے۔ مگر خلافت
میں اُن کا کچھ حصّہ نہیں ہے۔۔ (یہ) ابن
عمر کی تسلی کے لئے (فرمایا) پس اگر
خلافت سعد کو ملجائے تو وہ اس کے
قابل ہیں ورنہ جو شخص خلیفہ بنایا جائے وہ
اُنسے مدد لے اور میں نے انکو ناقابلیت
یا خیانت کے سبب سے معزول نہیں کیا اور
کہا کہ جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اسے
مہاجرین اولین کے حق میں وصیت کرتا ہوں

اور بہت کتابیں اُن کی تصنیفات میں سے ہیں اُن میں سے ایک تفسیر میں اُن آیات قرآنی
کے ہے جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں اور جس کی نسبت ہمارے بہت سے
عالموں نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب اس باب میں کبھی تصنیف نہیں ہوئی اور اس
کے ہزار ورق ہیں۔۔ اس لئے تفسیر میں لکھا ہونا تو صرف شیعوں کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیوں کو
اور ان حضرت نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا نہیں کہ اس روایت کو سنیوں کی کتاب سے لیا ہے
یا شیعوں کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے کہ اس میں
دو طریقوں سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبد اللہ
بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چاروں کہتے ہیں حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث
ان کو عباد بن یعقوب سے پہنچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے (جس کو غلطی
سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہیں
علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن عباس سے پس یہ دونوں

لوگوں کو تباہ ہدایت دکھائی اور جو حق
اُن پر تھا وہ انہیں معلوم کرایا اور
لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے
باہر نکلے " وما محمد الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل - الی شاکرین -
محمد بن حنفیہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت
علی مرتضیٰ) سے پوچھا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے سب سے بہتر کون ہے اُنہوں نے
کہا ابوبکر محمد بن حنفیہ کہتے ہیں میں نے کہا
پھر کون اُنھوں نے کہا عمر اور مجھے خوف
ہوا کہ (اب) وہ عثمان کو کہیں گے تو میں نے

کہ وہ اُن کا حق سمجھے اور اُن کی عزت کی
نگہداشت کرے اور میں اُسے انصار
کیساتھ بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
جنہوں نے دار الہجرت اور دار ایمان
میں مہاجرین سے بھی پہلے جگہ حاصل کی ہے
یہ کہ اُن کے نیکوکار سے نیکی قبول کرے
اور اُن کے خطا کار سے درگزر کرے اور
میں اُسے تمام شہر کے مسلمانوں کے ساتھ
بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی
لوگ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال
حاصل کرنے والے اور دشمن کے جلانے

سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہیں اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر
اور انکا عطیہ پر اور اُن کا ابو سعید پر - اور اِن تینوں کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے اِن
سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر
اگرچہ صدوق تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے " علی بن منذر الطریقی بفتح المہملۃ
وکسر الراء بعدہا تحتانیۃ ساکنۃ ثم قاف الکوفی صدوق تتشیع " اور میزان الاعتدال
میں ذہبی ان کی نسبت کہتے ہیں " قال النسائی شیعی محض ثقۃ " اور جبکہ علی بن منذر
شیعہ تھے تو اُن کی ایسی روایت پر جو اُن کے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار
ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے
روایت کیا ہے اور نہ یہ صرف معمولی شیعہ ہیں بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من شائخ الامامیہ شیعوں
کے ہیں جیسا کہ منتہی المقال میں جو اسماء الرجال میں نہایت معتبر کتاب شیعوں کی ہے
ان کی نسبت لکھا ہے - جعفر بن محمد بن ابراہیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ -

کہا پھر آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے یہاں تک کہ جب ہم لوگ بیداء میں یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ایک ہار گر گیا پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ڈھونڈھنے کیلئے (وہاں) قیام کر دیا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھیر گئے اور وہ لوگ پانی پر نہ تھے اور نہ اُن کے ہمراہ پانی تھا پس لوگ ابوبکر

والے ہیں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ اُن سے اسیقدر مال اُن کی رضامندی سے لیا جائے جو اُن کی حاجت سے زائد ہو اور میں اُسے اعراب کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی اصل عرب اور مادۂ اسلام ہیں یہ کہ اُن کے زائد مال لئے جائیں اور اُنکے فقیروں کو تقسیم کر دیئے جائیں اور میں اُسے اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ اُن کے ساتھ اُن کا عہد پورا

عنہ التلعکبری وکان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاث مائۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابوالقاسم فی الاول فانظر انہ یکنی بہ وکناہ بہ الشیخ ایضاً فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنہ بالشریف الصالح وفی عبداللہ بن احمد بن نہیک ایضاً کونہ من مشائخ الاجازہ وذلک امارۃ الوثاقۃ" اور عبداللہ بن احمد نہیک کے ذکر میں لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقۃ اور اُنھیں کے تذکرے میں لکھا ہے "اخبرنا القاضی ابوالحسین محمد بن عثمان الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم الموسوی انتہی دوسرے سلسلے میں ایک راوی محمد بن قاسم بن ذکریا اُن کی نسبت تقریب میں لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کا و کذبوہ" یعنی یہ حضرت جھوٹوں میں داخل ہیں اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے۔ اس سے بڑھکر ان کے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی" کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن ذکریا المحاذی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعۃ تکلم فیہ وقیل کان یومن

کے پاس آئے اور (اُن سے) کہا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے عائشہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اور لوگوں کو آپ کے ساتھ ٹھیرا لیا حالانکہ وہ لوگ نہ پانی پر (ٹھیرے) ہیں اور نہ اُن کے ہمراہ پانی ہے پس ابوبکر آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھے ہوئے سو رہے تھے تو اُنھوں نے کہا کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب لوگوں کو روک لیا اور وہ لوگ نہ پانی پر (ٹھیرے) ہیں اور نہ اُن کے

کیا جائے اور اُنکی حمایت میں جنگ کی جائے اور اُنھیں اُن کی طاقت سے زیادہ کام نہ دیا جائے پھر جب اُن کی وفات ہو گئی تو ہم لوگ اُن کو لے کے ہم چلے جا رہے تھے کہ عبداللہ ابن عمر نے (حضرت عائشہ کو جا کے) سلام کیا کہا کہ عمر بن خطاب اجازت مانگتا ہے حضرت عائشہ نے کہا اُن کو داخل کرو چنانچہ وہ داخل کئے گئے اور وہاں اپنے دونوں صاحبوں کے پاس رکھدیئے گئے پھر جب اُن کے دفن سے فراغت ملی تو وہ لوگ (جن کے خلافت کا استحقاق

بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النہی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ ست وعشرین وثلاث مائۃ'' اور ایک راوی اس میں محمد بن محمد بن سلیمان ہیں یہ وضع حدیث میں متہم ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع انہم بہ'' اور ایک راوی عبداللہ بن سلیمان بن اشعث ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ اول میں منسوب بناصبیت تھے اس لئے یہ بغداد سے نکالدیئے گئے مگر پھر علی بن عیسٰی کے زمانہ میں واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لئے اپنے خیال سے بنا بنا کر فضائل کی حدیثیں بیان کیں اور اُن میں کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہیں۔ عبداللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال اولا ما نشر طنا والا لما ذکرتہ ای قولہ سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبداللہ کذاب قال ابن سعد کفانا ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسٰی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت

ہمراہ پانی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر جو لوگوں نے مجھے اور جو کچھ اللہ نے چاہا کہ کہیں وہ کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے کولہ میں ٹھیس دینے لگے پس مجھے جنبش سے صرف اس بات نے روک دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر تھے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوئی اور پانی نہ تھا پس اللہ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا تو اُسید بن حُضیر نے کہا

حضرت عمر نے بیان کیا تھا) جمع ہو کے وعبدالرحمٰن (بن عوف) نے کہا کہ تم نے اپنا مشورہ علی کے سپرد کر دیا طلحہ نے کہا میں نے اپنا مشورہ عثمان کے سپرد کر دیا سعد نے کہا میں نے اپنا مشورہ عبدالرحمٰن بن عوف کے سپرد کر دیا پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے (حضرت عثمان اور حضرت علی سے) کہا کہ تم دونوں میں سے کون اس کام سے علیحدہ ہوتا ہے ہم اس کو اُسی کے متعلق کریں گے اور اُس پر اللہ اور

ابراہیم الاصبہانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتدار نسب الی شیٔ من النصب فنفار ابن الفرط من بغداد فردہ علی بن عیسیٰ فحدث واظہر فضائل من تجلیل فصار شیخا منہم۔ یہ حال تو ہے اُن دو طریقوں کا جو اُسید بن طاؤس نے تفسیر محمد ابن عباس سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ بیس طریقوں سے یہ حدیث منقول ہے غالباً یہی کیفیت باقی سلسلوں کی بھی ہوگی بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لئے بھی بیان کئے گئے ہوں ہم کو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہیں آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحار الانوار میں جو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے والوں کو روایت کی عظمت معلوم ہوتی۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے اس کے اول محمد بن عباس ہیں دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ بن اہشام پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتویں ابو سعید خدری ہیں۔

یہ سلسلہ بھی فضیل مرزوق اور عطیہ اور ابو سعید پر منتہی ہوتا ہے اس لئے ہم اس روایت

کہ اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر ہم نے اُس اُونٹ کو جسپر میں سوار تھی اٹھایا تو وہ ہار اس کے نیچے پایا۔

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد (پہاڑ) کی برابر بھی سونا (خدا کی راہ میں) خرچ کرے تو وہ اُن میں سے کسی مدکی برابر یا نصف کی برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اسلام (کا واسطہ) ہے کہ وہ اپنے دل میں جس کو افضل جانتا ہو اسی کو خلیفہ کرے پس شیخین (یعنی عثمان اور علی) چُپ رہے تو عبد الرحمٰن نے کہا کیا تم دونوں میرے حوالہ کرتے ہو اللہ (کی قسم) مجھ پر ہے کہ میں تم سے افضل کے ساتھ کوتاہی نکروں گا اُن دونوں نے کہا ہاں پس عبد الرحمٰن نے اُن دونوں میں سے ایک (یعنی حضرت علی) کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور

کو بھی اگرچہ اس کے درمیانی راوی دوسرے ہیں۔ دوسری روایت نہیں خیال کرتے اور کیونکہ خیال کریں جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور بوسعید ہیں۔ ان میں سے ایک درمیانی راوی ابو کریب ہیں وہ بھی مجاہیل سے ہیں جیساکہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے "ابو کریب الاسدی قال ابو حاتم مجہول"۔

قسم اوّل جس میں چار روایتیں تھیں ان کا حال ہم اُوپر بیان کر چکے اور یہ بات ہم نے صاف صاف دکھادی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہیں۔ دوسرے قسم کی روایتوں کا بھی یہی حال ہے۔

کنزل العمال سے جو روایت عماد الاسلام میں نقل کی ہو وہ صرف یہ ہو کہ عن ابی سعید نہ لفظ خدری کا ابو سعید کے آگے ہو اور نہ سلسلہ اسناد کا اسمیں مذکور ہو۔ اور صاحب کنزل العمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہو اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہو کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہو یہ روایت بھی مثل دوسری روایتوں کی تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلئے کہ اوّل تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوئے اور ان کی

حضرت ابو موسےٰ اشعری سے روایت ہی کہ (ایک دن) وہ اپنے گھر میں وضو کرکے باہر نکلے (وہ کہتے ہیں) پھر میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت میں رہوں گا۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا وہ کہتے ہیں کہ پھر میں مسجد گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا لوگوں نے کہا کہ آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ پس میں بھی آپ کے نشان پر آپ کو پوچھتا ہوا چلا

اسلام میں قیامت ہی جو تم جانتے ہو پس خدا (کی قسم) تمپر ہی اگر میں تمہیں خلیفہ بناؤں تو تم انصاف کرنا اور اگر میں عثمان کو خلیفہ بناؤں تو تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا بعد اسکے دوسرے (یعنی حضرت عثمان) کا ہاتھ پکڑا اور اُن سے بھی ایسا ہی کہا پس جب عبدالرحمن نے عہد لیلیا تو کہا اے عثمان اپنا ہاتھ اٹھاؤ پھر عبدالرحمن نے اُن سے بیعت کی پھر علی نے اُن سے بیعت کی اور مدینہ والے تمام داخل ہوئے اور انھوں نے حضرت عثمان سے بیعت کی

کتابوں میں موضوع حدیثیں منقول ہیں اور الفاظ رافضی خبیث بھی ان کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے" قال الخطیب ابو بکر ابو عبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد الطردی وکان صالحاً عالماً قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح جنکی شرط البخاری ومسلم منہا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک بافیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصیب للشیعۃ فی الباطن اور انھوں نے جو ابراہیم بن محمد بن میموں سے روایت کی ہی وہ خود ان کے تشیع کو ثابت کرتی ہو اسلئے کہ ان کی نسبت منتہی المقال فی اسمار الرجال میں جو کہ شیعوں کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میموں کو میزان الاعتدال میں اجلار شیعہ سے لکھا ہے" کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلار الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتہی ولعلہ ابن میمون الاتی" اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں"۔

یہاں تک کہ بیر اریس میں پہنچا تو میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور دروازہ اس کا چھواروں کی شاخوں کا تھا یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجت پوری کی پھر آپ نے وضو کیا پھر میں آپ کے پاس گیا تو آپ بیر اریس پر بیٹھے تھے آپ اس کے چبوترہ کے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھول دی تھیں اور ان کو کنوئیں میں لٹکا دیا تھا پس میں نے آپ کو سلام کیا بعد اس کے میں لوٹ گیا اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان ہوں گا پھر ابو بکر آئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون انھوں نے کہا ابو بکر میں نے کہا ٹھیریئے پھر میں گیا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابو بکر ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان کو اجازت دیدو اور ان کو جنت کی بشارت دو پس میں سامنے آیا یہاں تک کہ میں نے ابو بکر سے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ابراہیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمہ عبد اللہ بن سکان ان ابراہیم ہذا حمل جواب مسائل عبد اللہ عن ابی عبد اللہ فیظہر ان الامام کان یعتمد علیہ فہو معتمد علیہ وفاقاً للجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادق کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ "انہ کان من الضعفاء والمتروکین" اور ان حضرت کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچا ہے اور خیریت سے اس میں خدری کا لفظ ہی نہیں ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہیں ہیں بلکہ ابو سعید کلبی ہیں۔ دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اسی کی اسناد بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں "حدثنا عباد بن یعقوب

آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں چنانچہ ابو بکر اندر آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب آپ کے ساتھ چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دیئے جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور انھوں نے بھی اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں لوٹ گیا اور بیٹھ گیا۔ اور میں نے (گھر میں) اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑا تھا اور وہ میرے ساتھ آنے والا تھا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اسے بھی لے آئے پس یکایک (کیا دیکھتا ہوں کہ) ایک آدمی دروازہ ہلا رہا ہے میں نے پوچھا کون اس نے کہا عمر بن خطاب میں نے کہا ٹھیریئے پھر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپکو سلام کیا اور کہا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور انہیں جنت کی بشارت دو پس میں گیا میں نے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی ہے چنانچہ وہ اندر آئے

حدثنا ابو یحیٰی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید" اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہیں اور عطیہ انہیں سے روایت کرتے ہیں اور سوائے ابو یحییٰ تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحییٰ تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے "ضعفہ ابو حاتم" کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہی جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون کے پہنچنے پر ہبہ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسےٰ نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت سرتاپا شیعوں کی روایت ہے ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اس کی شیعی پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے۔ ان کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب اصحاب

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چبوترہ پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور
اُنھوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دیئے بعد اس کے میں لوٹ گیا اور
بیٹھ گیا پھر میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص کے ساتھ نیکی کرنا چاہے
تو اُسے لے آئے چنانچہ ایک شخص آیا دروازہ کو کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون اس نے
کہا عثمان بن عفان میں نے کہا ٹھیریئے اور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور
آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور انھیں جنت کی بشارت دو
ایک مصیبت پر جو انھیں پہنچے گی۔ چنانچہ میں گیا اور میں نے ان سے کہا کہ اندر آجایئے
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی ہے ایک مصیبت پر جو آپکو
پہنچے گی پس وہ اندر آئے اور اُنھوں نے چبوترہ کو دیکھا کہ بھر گیا ہے پس وہ اس کے
سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے شریک کہتے ہیں کہ سعید بن مسیّب کہتے تھے میں نے اسکی تاویل ان کی

جل سو، وقال ابن عدی احتراق بالتشیع بات سنتہ خمس وثلاثین ومائتین" اور تقریب
میں ان کی نسبت لکھا ہے "عبدالرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق تیشیع وقال
ابوداؤد وضع مثالب فی الصحابۃ" کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع میں
غرق تھے یہاں تک کہ معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر اُن
سے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سُنی بھی ہوتے تو چونکہ
جس قصہ کو یہ بیان کرتے ہیں بشرط صحت اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماموں کو جو جواب
عبداللہ ابن موسیٰ نے لکھا اسمیں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول
ہے اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بالتفصیل بیان کر چکے۔ اسلئے وہ روایت قابل سند نہیں ہے۔
چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن الولید
اور بشر بن عیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ بھی وہی روایت
ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث
نے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ

قبروں سے لی حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) اُحد (پہاڑ) پر چڑھے اور ابو بکر و عمر و عثمان (بھی) پس وہ پھر اُنکے ساتھ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے اُحد ٹھیر جا کیونکہ تیرے اُوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہی اور دو شہید ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں (خواب کے اندر) ایک کنوئیں کے اوپر ہوں اس سے پانی نکال رہا تھا ابو بکر اور عمر میرے پاس آئے اور ابو بکر نے ڈول لیلیا اُنھوں نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور انکے نکالنے میں کمزوری تھی اور اللہ انھیں معاف کرے پھر اسکو عمر بن خطاب نے ابو بکر کے ہاتھ سے لیلیا پھر وہ ڈول انکے ہاتھ میں چرس بن گیا پس میں نے لوگوں میں سے کسی زور آور کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسا کام کرتا ہو چنانچہ انھوں نے پانی بھرا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔

مدینہ سے واپس آکے حضور نے ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے نکاح کیا اب آپکی نو ازواج مطہرات ہو گئیں۔ اسی اثنا میں بعض روایتوں میں اس بات کا ذکر ہی کہ حضور انور پر ایک یہودن نے جادو کیا حالانکہ یہ سب قصے کہانیاں ہیں ایسی مقدس اور مطہرات پر اس قسم کے خیالات کرنا خلاف ادب ہیں

کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ ان کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں اور اُن کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے اور بشمون غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیقہ تک کا خطاب دیا ہے اوّل واقدی کا حال سُنئے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے "عمر بن واقدی المدنی القاضی نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ" کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں "محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ الجبر لم استق ترجمتہ ہنا لاتفاقہم علی ترک حدیثہ وہو من اوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وجوراس فی المغازی والسیر یروی عن کل ضرب" یعنے واقدی بڑے حافظ ہیں۔ میں ان کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھتا کہ محدثین نے ان کا

چوتھا باب
مکہ کا حج
۷ھ ہجری ۔ مطابق ۶۲۹ء

خیبر سے واپس ہونے کے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم سرما کا بقیہ حصہ مدینہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں پانچ یا چھ مہمیں مختلف مسلمان سرداروں کی ماتحتی میں ادہر اُدہر روانہ کی گئیں۔ ان مہموں نے چھوٹے چھوٹے قبال کو زیر کیا اور انھیں شکستیں دیں مگر سیاسی نتائج ... کچھ حاصل نہیں ہوئے شعبان یا نومبر میں تین مہمیں یا سرئے

متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے اگرچہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں۔ اور تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے اور پھر لکھا ہے "قال البخاری متروک لٰا اور تہذیب میں ہے" وقال احمد ہو کذاب وقال ابن معین ہو ضعیف" اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے "محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی صاحب التصانیف واحدا وعیۃ العلم علی ضعفہ وجمک ان ابن ماجۃ لا یجسر یسمتہ قال احمد بن حنبل ہو کذاب یقلب الاحادیث بلغنی حدیث ابن اخی الزہری ان علی سمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقتہ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظتہ ولا یکلا رمنہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمر وسمعت ابن المدیتی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابوداؤد وبلغنی ان علی بن المدیتی قال کان الواقدی یردی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المہلبی سمعت ابن المدینی یقول الہیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی ارضاہ فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملۃ من اخبار ی الواقدی

روانہ کئے۔ تیس آدمی حضرت عمرؓ کی ماتحتی میں بنی ہوازن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے
مگر ہوازن والے ادھر ادھر بھاگ کر چلے گئے اس لئے کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر
حضرت صدیق اکبر کی ماتحتی میں ایک بڑی فوج بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے نجد روانہ ہوئی
حضرت صدیق کو کامل فتح ہوئی جنگ میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے قید
کر لئے گئے۔ پھر بشیر کی ماتحتی میں تیس مسلمان سپاہی فدک کے قرب وجوار میں روانہ
کئے گئے بشیر نے مفسدوں کے اونٹ اور مویشی پکڑ لئے جب وہ واپس آتے تھے تو
قبائل نے اُن پر حملہ کیا اُن کے ساتھی قتل ہوئے اور وہ خود مجروح ہو کر حضور انور کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔

رمضان کے مہینے میں ایک سو تیس مسلمانوں کی فوج عدو نجد میں روانہ کی گئی۔ خوب
لڑائی ہوئی مفسدوں کے اونٹ اور مویشی پکڑ لئے گئے اور وہ اپنے مقامات سے نکال دیئے گئے
بیچ میں اُسامہ کے ہاتھ سے بھولے سے ایک شخص قتل ہو گیا جو مسلمان تھا۔ ماہ شوال

الواقدی وجود وغیرہ لک فی تاریخ الکبیر مات وہو علی القضاء سنۃ سبع و مائتین فی ذی الحجۃ
واستقر الاجماع علی وہن الواقدی ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت
بڑے عالم اور بڑے صاحب تصنیف تھے مگر بالکل نامعتبر یہانتک کہ اُن کی وہن اور
متروک الحدیث ہونے پر سب متفق ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہی
کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اون سے منقول ہیں ان کی روایت
کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایت کے نقل کرنے سے
بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اُوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کی مفسر نے
کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر
معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے
کہ اس کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق
مدنی کی ہیں جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے

یا جنوری ۶۲۹ء میں وادی القریٰ کے حدود میں ایک مہم روانہ کی گئی سرکش قبائل
مسلمانوں کی آمد سنکر پہلے ہی سے بھاگ گئے تھے مسلمانوں نے بہت سے اونٹ
اور بہت سے ریوڑ بھیڑ بکریوں کے پکڑ لئے۔ اب وہ وقت آگیا کہ حضور انور حدیبیہ
کے معاہدہ کے مطابق مکہ جائیں اور عمرہ کریں گزشتہ سال جنہیں عمرہ نصیب نہ ہوا تھا
وہ بھی حضور انور کے ہمرکاب ہو گئے۔ اس طرح گویا پورے دو ہزار آدمی کی تعداد
ہو گئی معاہدہ کے مطابق ہر مسلمان کے پاس صرف ایک تلوار تھی مگر اس خوف سے مبادا
قریش دغابازی اور فریب سے حملہ کر بیٹھیں کل دیگر سامان حرب علیحدہ اونٹوں پر لدا ہوا
تھا مسلمہ کا بیٹا محمد سو سواروں کے ساتھ آگے آگے جا رہا تھا اور ساٹھ اونٹ قربانی
کے لئے علیحدہ اس کے ساتھ تھے مر الظہران پہنچکر حضور انور نے کل سامان حرب
کو ایک پہاڑی پر پہنچا دیا۔ جہاں یہ مکہ کے حدود کے باہر رکھا رہا۔ اس کی نگرانی میں
دو سو مسلح زبردست جوان مقرر کئے گئے۔ اور باقی حج کیلئے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے

نقل کیا اور اپنے نام سے اُسے مشہور کیا اس لئے اس کی کتابیں درحقیقت شیعوں کی
کتابیں سمجھنا چاہئیں جیساکہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں میں سے
شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے "کما یقول ابراہیم
بن محمد بن ابی یحیٰی ابو اسحاق مولٰے اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی عبداللہ و کان
خصیصا والعامۃ لہذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی
سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی نقلہا الواقدی وادعاہا وفی فہرست
الشیخ۔ ابن محمد بن یحیٰی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی عبداللہ و کان
خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ اسباب تضعیفہ
عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین وذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب
الواقدی سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰی نقلہا الواقدی وادعاہا وذکر بعض
اصحابنا انہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبداللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ

اور قربانی کے اونٹ مکہ کے قریب جوار مقام ذی طوی میں روانہ کر دیئے گئے۔ جب قریشیوں نے حضور انور کے آنے کی خبر سنی تو وہ مکہ کے قریب کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور انھوں نے نہایت ہی حیرت اور تعجب سے اُن لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا جو انکے مظالم سے اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے انھوں نے شمالی وادی کی طرف ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ مسلمانوں کی ایک فوج نظر پڑی جسکے سر کردہ حضور انور ہیں آپ ناقہ قصوی پر سوار ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ قبیلہ بنی خزرج کا سردار حضور انور کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے جا رہا ہے۔ آپ کے گرد و پیش آپ کے یار غار اور آپ کے ساتھی ہجوم کئے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ایک بڑی طولانی قطار شتر سواروں کی اور پھر پیادوں کی نظر آ رہی ہے جس سے ایک دبدبہ پایا جاتا ہے۔ سات برس گذرنے کے بعد آج مہاجرین کو یہ دن نصیب ہوا کہ وہ اپنے

وما هو من ان العامة تضعفه لذلك ویشهد له من صاحب میزان الاعتدال وهو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۵ منتهی المقال مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس بات میں حضرات امامیہ کو نہیں ملی اور ملے کیونکر جبکہ اس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی کتابوں کی نسبت یہ مانا جائے کہ اس نے ابراہیم بن محمد بن یحییٰ کی کتابوں کو نقل کر کے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔
بشر بن غیاث کا بھی حال سنئے۔ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ ا، بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنه وقال ابو النضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصابا سیاغا فی سویقة نصر بن مالک وقال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال ابو یوسف لا تنتهی او تفسخشبة یعنی تصاحب وقال قتیبة بن سعید بشر المریسی کافر وقال

مالوفہ وطن کو نہایت پر شوق نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے پاک معبد کی طرف اُن کی مقدس نظریں اُٹھ رہی ہیں۔ وہ نہایت تیز شوق بھرے اور جوشیلے قدموں کے ساتھ کعبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اُن کی لبیک لبیک کی صداؤں سے تمام دشت وجبل گونج اُٹھے ہیں۔ اس شان وشوکت اور نہایت خلوص اور پاک دل سے حضور انور کعبہ کے قریب پہنچے آپ نے سنگ اسود کو مس کیا اسی طرح آپ کے ساتھیوں نے آپ کی تقلید کی۔ پھر آپ نے سات بار اُس پاک گھر کا طواف کیا۔ آپ کے ہمرکابوں نے بھی طواف میں اسی طرح آپ کی تقلید کی۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ سینہ تان کر چلیں اس لئے کہ قریشیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ مدینہ کی خراب آب وہوا اور ملیریا نے اعصاب محمدؐ کو ضعیف کر دیا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ جو حضور انور کی اُونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا یہ اشعار بڑے جوش سے پڑھنے لگا کہ

الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اہل العلم قولہم فیہ وکفرہ اکثرہم لاجلہا قال ابوزرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہیں کہ اس سے روایت کی جاوے۔ ابونصر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا اور مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابویوسف کی مجلس میں استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدینگے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعد کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہیں کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہیں جنکی وجہ سے علماء نے اس کو کافر کہا ہے۔ اور ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ زندیق تھا۔
پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہم کو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے

حضرت فاروق اعظم نے اُسے ٹوکا اور کہا کہ اس قسم کے اشعار پڑہنے معاہدہ کے خلاف ہیں۔ حضور انور نے فاروق اعظم کی تائید کی اور ارشاد فرمایا کہ صرف یہ پڑہنا کافی ہے لا الہ الا اللہ عبد اللہ نے تعمیل حکم کی اور پھر چاروں طرف سے لا الہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں پھر حضور انور صفا پہاڑی پر چلے گئے۔ پھر وہاں سے مروہ پر۔ اور حسب دستور سات بار آپ چڑہے اور اترے اور جب یہ دستور ہو چکا تو مروہ پر قربانی کے لئے اونٹ لائے گئے۔ حضور نے باواز بلند ارشاد کیا کہ یہی مقام قربانی کا ہے۔ پھر آپ نے اپنا سر منڈوا ڈالا اور اس طرح عمرۃ القضا کی تکمیل ہوئی۔ پھر آپ نے اس گاروکو جو ہتیاروں کی حفاظت کر رہا تھا کعبہ میں حج کے لئے بھیجا۔ دوسرے دن حضور انور علی الصباح کعبہ میں گئے اور نماز ظہر تک مقیم رہے جسب دستور حسب ظہر کا وقت آیا تو بلال نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر اذان دی۔ اذان سنتے ہی

والے طالبعلم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑہکر کوئی قدر اور قیمت اُسکی علماء کے نزدیک نہیں ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اُسکی وقعت نہیں ہے۔ یہ اس قسم کے مورخین میں سے ہیں کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لئے جو خشک و تر ایندہن ان کو ملا اُسے کام میں لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لئے اُسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔ مگر اُسکو آجتک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ اس سے کوئی سند پیش کی جائے نہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آجتک اس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اُس میں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علماء سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے۔ وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں

کل مسلمان نماز کے لئے آگئے اور نہایت ہی خضوع اور خشوع اور پاک جذبات اور مقدس شوق کے ساتھ حضور انور کی امامت میں نماز ظہر پڑھی۔
جب تک حضور انور مکہ میں رہے آپ کسی گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے اور اپنے آدمیوں کے لئے خیمے نصب کر لئے تھے اور کعبہ کے جنوب میں ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ غرض معاہدہ کے مطابق تین دن کامل آپ کو گزر گئے چوتھے روز قریشوں کے سردار سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاہدہ کے مطابق تین دن گزر چکے اب آپ اسیوقت یہاں سے چلے جائیے۔ حضور نے اس تلخ آمیز درخواست کا جواب نہایت خندہ پیشانی اور نرم زبانی سے یہ دیا "میرے یہاں رہنے سے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تمہیں کچھ نقصان نہیں۔ ایک آدھ روز مجھے اور ٹھہر

قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے۔ وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعاً مؤخر اور اس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے۔
وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصیٰ لکھا ہے۔
وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے۔ پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و مستند ہونے کی تقدیر پر بھی اس میں موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اسکی نسبت کچھ بھی لکھیں بجز اسکے کہ اس کو علما کی شان سے بعید سمجھیں۔

جانے دو۔ تم میرے بھائی ہو میں اتنے عرصہ کے بعد اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے آپ کو دیکھتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہاری ایک پُرشان دعوت کروں لہذا تم میری دعوت کو قبول کرو۔ اور مجھے ایک آدھ دن ٹھیر جانے دو اس پُر از اخلاق گفتگو کا جواب انہوں نے نہایت ہی سختی سے دیا اور کہا کہ ہم دعوت نہیں چاہتے آپ اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ جب یہ انقطاعی جواب حضور انور نے سنا تو آپ نے فوراً کوچ کا حکم دیدیا اور یہ حکم دیا کہ شام تک ایک مسلمان بھی مکہ کے قرب وجوار میں باقی نہ رہے۔ رستہ میں آپ نے میمونہ سے نکاح کیا جن کی عمر اسوقت پچاس برس کی تھی میمونہ زندہ رہیں مقام سرف میں نکاح ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ حضور انور کا یہ آخری نکاح تھا حضور انور کے ہمراہ میمونہ کی بہن سلمہ جو امیر حمزہ کی بیوہ تھیں مدینہ آگئیں میمونہ کی دوسری بہن خالد بن ولید مشہور جنگجو کی والدہ تھیں میمونہ کے نکاح ہونیکے ایک عرصہ کے بعد خالد مدینہ آئے اپنی خالہ کے گھر قیام کیا اور بطیب خاطر مسلمان ہوئے۔ ذو اور شخصوں نے خالد کی پیروی کی

ہمنے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کردی اور سب راویوں کا حال لکھدیا۔ اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانہ سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کے تائید میں پیش کی گئی تھیں ان سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم برداشتم مادہ برآمد ان روایتوں پر ثابت کردی اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہنچتا ہے اور اس کی روایت بسبب ان عیبوں کے جو اس میں تھے ہرگز قابل لحاظ نہیں اور باوجود اس کے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہیں ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضےٰ علم الہدےٰ اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جراءت کی کہ "قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالےٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاہا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ" کیا یہ باعث تعجب انگیز نہیں ہے کہ سید مرتضےٰ ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمائیں اور صرف

ایک اس کے دوست عمرو بن العاص تھے جو ایک بہت بڑا شاعر اور زبردست
شخص تھا۔ قریش اُسے اپنا سرتاج سمجھتے تھے اور قریشیوں نے اسے اپنا ایلچی بنا کر
حبش بھیجا تھا۔ اور دوسرا عثمان بن طلحہ تھا یہ بھی سردار تھا کعبہ کی کنجیاں اس کے
پاس رہتی تھیں جس وقت حضور انور کعبہ میں تشریف لائے ہیں تو اس نے معاہدہ
کے مطابق کنجیاں حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں اور جب حضور کی
عبادت خضوع اور خشوع کے ساتھ دیکھی تو اس کا دل پگھل گیا اور وہ مائل اسلام
ہو گیا۔ عمرو بن العاص فاتح مصر کے مسلمان ہونے کی کیفیت [illegible] نے یہ لکھی
ہے کہ جب قریشیوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن العاص قریش کی ایک جماعت
لیکر حبش روانہ ہوا۔ اور [illegible] نجاشی بادشاہ حبش کے پاس گیا مطلب
فقط یہ تھا کہ اس بات کا انتظار کرے کہ مدینہ کا [illegible] کے ہاتھ رہتا ہے [illegible]
کر رہا تھا۔ کہ سنہ ہجری [illegible] [illegible] حبش کے پاس پہنچا۔

صرف اُس روایت کو جو [illegible] مشہور تھی [illegible] کا ذکر [illegible] عبد الوہاب
نے اپنی کتاب [illegible] میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا سمجھتے ہیں کافی [illegible] اپنی طرف سے [illegible]
یہ لکھ دیں کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور [illegible] اس سے کم
یہ بات تعجب کرنے والی ہے کہ علم الہدیٰ کے زمانہ سے [illegible]
ہزاروں عالم اس مدت میں گزرے اور سینکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور
بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور [illegible] انگیز تقریروں [illegible]
دعویٰ بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں نہ فن
چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی
اس دعوی کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے اور یہ تمنا
اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اگرچہ نامور علماء اور مشہور متکلمین جن کے علم و عقل کا
غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سنیوں پر فتح و ظفر حاصل کر لی

اس قاصد کو دیکھتے ہی عمرو بن العاص نے چاہا کہ تلوار سے گردن اُڑا دے اس پر شاہ
حبش بجبیں ہوا اور اس نے نہایت زور سے یہ کہا کہ عمرو تجھے اسلام قبول کرنا پڑیگا۔
چنانچہ عمرو نے پوشیدہ طور سے شاہ حبش کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا (ہشامی صفحہ ۳۳۰)
بہر حال خالد عمر اور عثمان ان تینوں کے مسلمان ہونے سے ایک زبردست دھاک
حضور انور کی مکہ میں بیٹھ گئی اور اب ایک قوت آپ کی وہاں محسوس ہونے لگی۔
اسلام کی پسندیدگی رو کی طرح سے اہل مکہ کے دلوں میں دوڑتی جاتی تھی مسلمان
ہونے کی لگن سب کے دلوں میں لگ گئی تھی۔ طبائع رجوع ہو چکی تھیں اور جوق
جوق لوگ مکہ سے مدینہ مسلمان ہونے کے لئے چلے آرہے تھے عمرۃ القضا کی وجہ
سے حضور انور نے اسلام کے اثر کو اہل مکہ میں دیکھ لیا اور اس بات کو آپ نے
ملاحظہ فرما لیا کہ مکہ والے طولانی اور خونریز لڑائیوں سے تھک چکے ہیں۔ صلح پسند (باقی)

خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زورِ قلم دکھانے کے ایک
صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار
قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون
ہوتا۔ مگر ایسا نکرنے سے خود انھوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی
موجود نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح اور قابل اعتبار قرار دے کر
پیش کر سکتے۔ شافی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف۔ اور بحار الانوار اور عماد الاسلام
اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اس کے
اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی
سے پائی اور آئندہ مشہور کی تھی اسی کو پیش کرتے اور اسی سے استدلال
کرتے ہیں اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام
دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ
اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کو مقابلہ پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے

کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ قریشوں میں ممتاز سرداروں کا نام و نشان نہ رہا تھا ایک جھٹکا ہوا کے رُخ کو اِدھر اُدھر کو پھیرنے کے لیے کافی ہے۔ یعنے مکہ پر ایک دلیرانہ حملہ ہمیشہ کے لیے مکہ کی قسمت کو اسلام کے ساتھ وابستہ کرنے کو بس تھا۔

دعوے میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ چونکہ اب ہم اچھی طرح اُن روایتوں کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابوں سے شیعوں نے پیش کی تھیں۔ اب ہم اُن تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں جو خود شیعوں کی روایتوں میں ہے اور جس سے اُن کا دعوے خود اُن کے ہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔
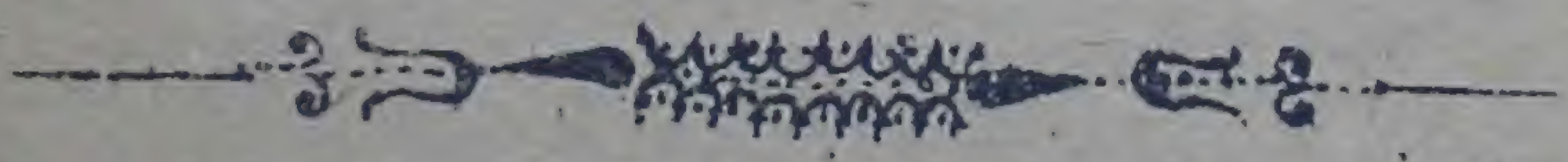
پانچواں باب

جنگ موتہ

۸ ہجری کے پہلے آٹھ مہینے کے حالات

مطابق ۶۲۹ء

موسم گرما میں چند جنگی مہمیں ادھر اُدھر روانہ کی گئیں جن میں سے بعض کا انجام خطرناک ہوا مدینہ میں واپس آنے لگے ایک مہینہ کے بعد حضور انور نے پچاس آدمیوں کی ایک جماعت بنی سلیم کے پاس محض اس غرض سے روانہ کی کہ انھیں تبلیغ اسلام پہنچائی

ہبہ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جس میں فدک کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعد اُس کے اس کا تناقض اور اختلاف بیان کرینگے۔

(۱)۔ جب آیہ "وآت ذاالقربےٰ حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ وہ بلائی گئیں آپ نے کہا اے فاطمہ فدک اُن میں سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانوں کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ اور میں وہ تمہیں دیتا ہوں اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو (بحار الانوار کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادق سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد

اُنھوں نے مسلمانوں کا غلط خیال سمجھ کے بغیر کچھ پوچھے گچھے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے مسلمانوں کو جنگ کا خیال مطلق نہ تھا اور نہ وہ جنگ کے لئے تیار تھے۔ قبیلہ والے تیر ہی برساتے برساتے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کا سرگروہ بہت مشکل سے اپنی جان بچاکر مدینہ واپس آیا۔
اس خطرناک فعل کے بعد بنی سلیم کی آنکھیں کھلیں اور دوسرے سال اُنھوں نے اپنے قاصد اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لئے حضور انور کی خدمت میں بھیجے اس کے دو تین مہینے کے بعد دوسرے قبیلہ بنی لیث کی طرف مہم روانہ کی گئی یہ قبیلہ اپنے مقام کو چھوڑ کر بھاگ گیا مسلمانوں کو اس قبیلہ کے بہت سے اونٹ ہاتھ لگے مگر قبیلہ والوں نے یکایک غفلت میں عقب سے اُن پر حملہ کیا اور مسلمان اپنی خوش تدبیری سے اس وقت اگر پہلو نہ بچا جاتے تو سب قتل ہوتے پھر ایک چھوٹا سا

اُٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کے دروازے بند کر لئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دیدیں۔ جبرئیل نے اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اس وقت جبرئیل نے کہا کہ "یا محمد ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں پھر جبرئیل نے دروازے شہر کے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں" وانہ کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلہا لہ بذلک وانحلتہا لک ولولدک بعدک کہ تمہاری ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اس میں تمہیں اور بعد تمہارے تمہاری

گروہ موسم سرما میں فدک روانہ کیا گیا۔ یہودیوں کے ایک قبیلہ نے نہایت غابازی سے اُس کو قتل کر دیا حضور انور نے انتقام لینے کے لیئے دو سو آدمی اس قبیلہ کی طرف روانہ کیئے اس اصلاحی دستہ نے اس قبیلہ یہود کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کے مویشی پکڑ لائے۔

اس کے بعد بہت جلد پندرہ آدمیوں کی ایک جماعت حدود شام میں روانہ کی گئی وہاں ان لوگوں نے بہت بڑی جماعت کو دیکھا اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ شامیوں نے اس کا جواب تیروں سے دیا۔ مٹھی بھر مسلمان نہایت شجاعت سے قدم جما کے لڑے مگر پارہ پارہ کر دیئے گئے۔ ایک شخص صرف بچا اس نے حضور انور سے یہ دردناک کہانی آ کے بیان کی۔ حضور انور کو یہ سنکے بہت ہی رنج ہوا آپ نے ایک زبردست مہم انتقام لینے کے لیے تیار کی مگر جب آپ نے

اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کی طرف سے علی نے لکھا۔ اور اس پر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور ان کو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اس کا اجارہ دیدیا گیا۔ (بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰)

(۱۳) تیسری روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آیا۔ لکھا ہے کہ آیہ ” وآت ذالقربیٰ حقہ “ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس وقت جبرئیل نے فرمایا ” اعط فاطمۃ فدکا وھی من کان میراثھا من امھا خدیجۃ ومن اختھا ھند بنت ابی ہالہ “ کہ فاطمہ کو فدک دیدیجے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور اُن کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اس کو لیکر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہ نے جواب دیا کہ میں آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار رہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ

یہ سُنا کہ شامی بھاگ گئے اور اُن کے مقامات ویران پڑے ہیں تو آپ نے مہم بھیجنے کا ارادہ ملتوی کر دیا - حدود شام میں اس چھوٹی سی مہم بھیجنے کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہاں تبلیغ اسلام کی جائے اور وہاں کے حالات معلوم کئے جائیں - مگر سوائے چند مسلمانوں کی بربادی کے اور کوئی بات اس مہم سے حاصل نہیں ہوئی -

جنگ موتہ

اس لڑائی کا اصلی سبب یہ ہے کہ حضور انور نے حارث ابن عمیر کے ہاتھ ایک خط شرجیل بن عمرو غسانی کو جو شرقی شہنشاہ یعنے قیصر روم کی طرف سے بصرہ کا ویسرائے تھا بھیجا اس نے مقام موتہ میں جبکہ وہ شکار کے لئے وہاں آیا ہوا تھا حضور انور کے قاصد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا حضور انور کو اس خبر سے سخت

تم پر عار رکھکر اس کو میرے بعد تم سے چھین لین اور تم کو ندین - فاطمہ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں - آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور پھر اس کی اُن میں تفریق کر دی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہ کی قوت کے بقدر لے لیتے اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل ان کو دے دیا - بحار الانوار صفحہ ۹۱ از مناقب ابن شہر آشوب -

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیۃ " وآت ذا القربی حقہ " نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبریل سے پوچھا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں ذوا القربی کون ہیں جبریل نے کہا " ہم اقاربک " وہ آپ کے رشتہ دار ہیں تب آپ نے حسن و حسین اور فاطمہ کو بلا کر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فیئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمہیں دوں - اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں

صدمہ ہوا۔ آپ نے انتقام لینے اور سرکشوں کو سزا دینے کا بالکل تہیہ کر لیا۔ عام جلسہ کیا گیا اور جنگجو طلب کئے گئے چنانچہ تین ہزار مرد میدان آ کے جمع ہو گئے۔ سفید جھنڈا کھولا گیا۔ اور حضور انور نے اسے زید ابن حارثہ کے ہاتھ میں دیا اور حکم دیا کہ جہاں ہمارا قاصد مارا گیا ہے تو یلغار کرتا ہوا پہنچ۔ اور آپ نے فوج کو یہ حکم بھی سنایا کہ اگر زید میدان جنگ میں کام آئے تو فوج کی کمان جعفر کو دیدی جائے اور اگر جعفر قتل ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ کو سردار فوج تسلیم کر لیا جائے اور وہ بھی قتل ہو جائے تو مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا سردار بنا لیں۔ غرض جب اسلامی فوج روانہ ہوئی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کچھ دور مقام ثنیۃ الوداع تک خود پہنچانے آئے۔ یہاں فوج نے قیام کیا۔ حضور بھی ٹھہرے حضور نے باواز بلند نہایت خوش آوازی اور موثر پیرایہ میں یہ فرمایا۔ تم شام میں

بحار الانوار اور تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(لیف) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے۔ جس کو ہم مفصل دعوئے ہبہ فدک پر نقل کریں گے اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ جب آپ کو جبریل فدک کے حدود بتانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے لے گئے تھے اس پر حضرت فاطمہ نے عرض کیا "یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا"۔ کہ اے میرے باپ میں بعد آپ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے۔ پس فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اس پر گواہ ہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

جاتے ہو۔ مقابلہ کرنے والے کو قتل کرنا۔ اور اس شخص پر ہاتھ اٹھانا جو تمہیں مارنے یا تم سے جنگ کرنے آئے مگر تم ایسے لوگ بھی پاؤ گے جو صومعوں میں عزلت گزین ہیں اور دنیا سے انھوں نے کنارہ کر لیا ہے خبردار انھیں تکلیف نہ دینا اور نہ اُن پر ہاتھ اٹھانا۔ اِن کے علاوہ۔ کسی عورت۔ کسی بوڑھے۔ کسی بچہ کو مت مارنا۔ اور ساتھ ہی سرسبز میوہ دار اور سایہ دار درختوں کو نہ کاٹنا نہ برباد کرنا۔ گھروں میں ہرگز نہ گھسنا۔ بس یہ ہدایت فرما کے حضور نے فوج کو رخصت کیا۔ جب فوج اسلام حدود شام میں پہنچی تو شرجیل چونک پڑا اور اس نے فوجیں جمع کرنی شروع کیں علاوہ شایستہ فوجوں کے ہزاروں بُت پرست عرب مدینہ کے گرد و نواح کے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے جمع ہو گئے اور خود قیصر نے اپنا باڈی گارڈ شرجیل کی مدد کو روانہ کر دیا۔ اتفاق سے قیصر آج کل شام کی سیر کر رہا تھا۔

یہ روایتیں جو اوپر ہم نے بیان کیں کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں بلکہ اُن کا تخالف اُن اہم امور میں ہے جو نفس واقعہ پر مؤثر ہے اور اُنکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر ان کی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کر دیا کہ اس کا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہوتے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیاں فدک کی لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں جو مجھ پر واجب الادا ہے اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔

اور نیز پہلی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ

جب دشمن کی اس غیر معمولی قوت اور یلغار کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو یہاں پریشانی چھا گئی ساتھ ہی یہ افواہ بھی گرم ہوئی کہ خود قیصر اس مہم کا سرکردہ بن کے آرہا ہے جمعیت کی کمی اور غیر ملک کی سرزمین کی وجہ سے قدرتاً یہ پریشانی ہوئی تھی۔ باہم سب افسر مشورہ کرنے بیٹھے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ بعض نے کہا کہ حضور انور کو اطلاع دینی چاہیئے کہ یہ سنگین معاملہ درپیش ہے۔ آگے بڑھیں یا یہیں قیام کریں یا واپس چلے آئیں۔ بعض نے کہا کہ سرکش قبائل کی سرکوبی کے لئے ہم بھیجے گئے ہیں ہمیں شاہی فوجوں سے ہمنبرد ہونے کا حکم نہیں ملا ہے۔ یہ گفتگو ہورہی تھی کہ عبداللہ بن رواحہ نے نہایت جوش سے یہ کہا ہمیں خدا پر بھروسہ ہے ہم قیصر اور اسکے کثیر تعداد لشکر کی پروا نہیں کرتے۔ مزید برآں نیست کہ ہم شہید ہوجائیں بس یہی ہماری آرزو بھی ہے۔ اس جوش نے بڑا کام دیا سب پر اس کا اثر پڑا اور

تم کو فدک دیدوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لئے مخصوص کردیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اس اختیار کی وجہ سے آپ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔

تیسری روایت میں جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہم نے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ یہ آیۃ مذکورہ کے نازل ہونے پر آپ نے جبریل سے پوچھا کہ حق ذوالقربے کا کیا ہے۔ جبریل نے کہا کہ فاطمہ کو فدک دیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک فاطمہ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً جبریل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا۔ یا ان سے سہو ہوگیا۔ سوائے اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔

سب متفق ہو گئے بولے خدا کی قسم رواحہ کا بیٹا سچ کہتا ہے - چنانچہ اس کے بعد فوراً لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا -
بلقا کی حدود میں پہنچ کے جوں ہی شاہی لشکر نظر آیا تو سپاہ سالار اسلام نے نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے پیچھے ہٹ کے موتہ پر قبضہ کر لیا اور وہیں اپنا کمپ قائم کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی -
قیصر کی شایستہ فوجیں - عربوں کے غول بیابانی کو ساتھ لے کے مٹھی بھر مسلمانوں پر بڑھیں - زید اپنا دستہ فوج لے کے نہایت شان اور بہادری سے آگے بڑھا قیصر کے سوار چمکتے ہوئے لوہے میں غرق بہت ہی مہیب معلوم ہوتے تھے - دوسرے ان کا ساز و یراق آنکھوں کو خیرہ کئے دیتا تھا - مگر زید اپنی بینظیر شجاعت کے جوش میں اس شاندار اور کثیر تعداد لشکر کی پروا نکر کے سفید جھنڈا

اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر مہر میں قرار پائی ہوگی -
پھر اسی تیسری روایت میں یہ ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی میں میں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں تب فاطمہ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے اس پر آپ نے لوگوں کو اُن کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اُن روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضےٰ اور حسنین کو شہادت میں پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت میں پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اس وقت زندہ اور

اڑاتا ہوا اس شدت سے شاہی گارڈ کے ایک رسالہ پر حملہ آور ہوا کہ ایک زلزلہ دشمن کے اس حصۂ فوج میں پڑ گیا۔ شاہی گارڈ کی طرف سے تیر برسنے لگے۔ عبداللہ نے جس شان سے جنگ کی ہے قیصر کی فوج کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس بہادر کی تلوار یا اس کا تیر اس قدر غضبناک تھا کہ لگنے کے بعد اس سے جانبری ممکن نہ تھی۔ اخیر سخت کشت و خون کے بعد زید زخموں سے چور ہو کے میدان میں شہید کا لال لباس پہنکر گر پڑا اُس کے گرتے ہی جعفر طیار نے وہ جھنڈا جو سرنگوں ہو چلا تھا اپنے ہاتھ میں لے کے فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ دستہ فوج آگے بڑھا اور دست بدست جنگ شروع ہوئی جعفر نہایت شجاعت سے لڑا۔ ہشامی نے اپنی تاریخ صفحہ ۲۵۰ میں جعفر کی نبرد آزمائی کی کیفیت ان لفظوں میں

موجود ہوں گے پھر طلب کرنے کے وقت ان میں سے دو چار کے نام اگر لیے جاتے اور اگر شہادت دیتے تو فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اُن کی حجت ابوبکر پر تمام ہو جاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے۔ پھر وہ تکمیل کیوں نہ کر دی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملہ میں نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہا۔ اس کا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اس کی آمدنی آپ ہی جس مصرف میں چاہتے تھے صرف کرتے تھے۔ اور حضرت سیدہ کو اس کی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے۔ پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہٰذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہیں ہو سکتا ہے اور جس روایت میں بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہوتا اور انھیں کا وکیل اس پر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رض کا اس وکیل کو نکال دینا مذکور ہے۔ وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہو گئی۔

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فاطمہ کے گھر پر بلا کے

لکھی ہے کہ جب لڑتے لڑتے جعفر کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جعفر نے اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا اور جب بایاں ہاتھ کٹ گیا تو اس نے بغل میں جھنڈے کو دبا لیا۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گیا۔ اور ایک رومی سپاہی نے جب کہ جعفر زخموں سے چور ہو گیا تھا فولادی گرز مار کے جعفر کا خاتمہ کیا۔ جعفر کے گرتے ہی عبداللہ نے جھنڈا سنبھالا لیکن اُسے بھی شہادت نصیب ہوئی۔ اب حضور انور کے مقرر کردہ سپہ سالار تو پورے ہو چکے تھے۔ لہذا آپ کے حکم کے مطابق جنگی کونسل منعقد ہوئی اور اس نے خالد کو اپنی سپاہ سالاری کے لیے انتخاب کیا۔ خالد نے فوج کی کمان ہاتھ میں لیتے ہی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے رومی فوجوں کے دستوں میں ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ اور خالد نے

کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہ کے نام لکھا دیا تھا اور اس پر شہادت علی اور ام ایمن کی کرائی تھی تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگوں کو موقع فاطمہ کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہاں تک تو آپ نے دور اندیشی فرمائی کہ لوگوں کو بلایا اور ان کو جتایا کہ یہ مال فاطمہ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علی سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اُن لوگوں میں سے جو بلائے گئے تھے کسی کی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اُن میں سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا کہ شہادت پر بقول شیعوں کے جو اعتراض ہوا وہ نہ ہوتا اور غیروں کی گواہی سنکر شیخین کو بھی دعوے تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہ کو واپس کر دیا مگر پھر اس کی تفصیل نہیں بیان کی گئی کہ کس طرح واپس لیا اور کیونکر فاطمہ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعوں پر ہے کہ کہاں ری فدک پر فاطمہ کے قبضہ کرنے کی کس وقت اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

اپنی فوج کو اس نئے طریقہ سے ترتیب دیا تھا کہ دیکھنے والے یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی مدد مدینہ سے اور آگئی۔ رومی سپاہ پناہ گزینوں کے فرار ہونے سے بھاگنی شروع ہوئی اس وقت خالد نے نہایت جنگی قابلیت اور شجاعت سے اپنی پراگندہ سپاہ کو ایک جگہ جمع کر کے بالکلیہ بربادی سے بچالیا اور رومی فوجوں کا تعقب نہیں کیا۔ جو فنون جنگ کی قابلیت خالد نے جنگ موتہ میں دکھائی وہ ایسی عجیب و غریب ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

خالد نے فوراً مدینہ کا رُخ کیا اور راستہ میں ایک گڑھی کو فتح کرتا ہوا مدینہ پہنچا فوج کے آنے کی خبر سنکے سینکڑوں آدمی دوڑے ہوئے آئے اور ان میں سے بعض نے ملامت کی کہ شہید ہونے کے لئے گئے یا میدان جنگ سے بھاگ آنے کے لئے مرکیوں نہ گئے۔ زندہ شکست کھاکے کیوں واپس آئے۔ حضور انور بھی

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اس لئے کہ ان حدیثوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوی القربےٰ کے معنی آپ نے جبرئیل سے پوچھے تو جبرئیل نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اس قدر تخصیص ظاہر کردی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں یعنی امت کے اقارب مراد نہیں۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہیں اور کن کو ان کا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنین اور فاطمہ ہی کو وہ دے دیں۔ اور حدیثوں میں تو حضرت فاطمہ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرت نے یہ تخصیص نہیں کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اس کی تعمیل کرنے والے تھے۔ مگر اس حدیث میں جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اس کا جواب کچھ ہو ہی نہیں سکتا اس واسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نہ فرمائیں اور تمام اقارب میں سے صرف اپنے نواسوں

وہاں تشریف رکھتے تھے آپ کو یہ باتیں سخت ناگوار گزریں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کہو یہ وہ لشکر ہے جو میدان جنگ سے آیا ہے اور خدا کے نام پر پھر میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہے۔ حضور انور کے اس دھمکانے سے اس قسم کی ملامت سے بھری ہوئی آوازیں خاموش ہوئیں۔
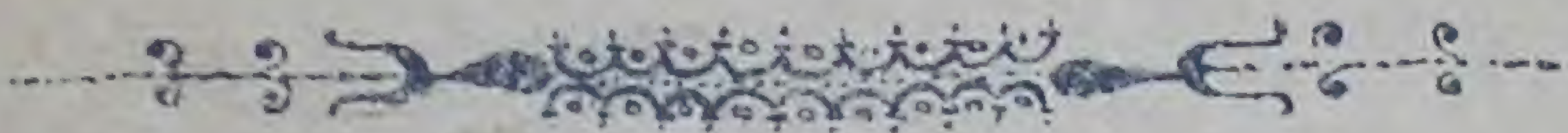
اور ایک بیٹی کو منتخب کر لیں۔ اور معاذ اللہ اس طور پر دوسروں کے حقوق تلف کئے جائیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت امامۃ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جوان کے اس قول اور خیال سے لگتا ہے کیونکر دور کر سکیں گے۔

پانچویں جلد ختم ہوئی

اسٹینڈرڈ پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی لمیٹیڈ دہلی کی نمایان ترقی

بجائے دستی پریسون کے اب اسٹیم پریس پر کام ہو رہا ہی

یہ کمپنی بہت تھوڑے سرمایہ سے سنہ ۱۹۰۰ء میں قائم ہوئی ہو اور آج اس کا سرمایہ قریب دو لاکھ روپے تک پہنچ چکا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں جو کثیر منافع حصہ داروں کو پہنچ چکا ہے اُس سے اس کی حیرت انگیز ترقی کا پتہ چلتا ہے جس حصہ دار نے اول ہی اول سو روپے دفتر کمپنی میں بھیجے تھے اُس نے آج تک ایک سو تینتالیس روپے سات آنے منافع کے ذریعہ سے وصول پائے۔ اور اُس کی رقم پھر بدستور بنی رہی اسکی تفصیل اس طرح پر ہے

سنہ ۱۹۰۰ء میں پندرہ روپیہ فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں پندرہ روپیہ ״

سنہ ۱۹۰۲ء میں پندرہ روپیہ نو آنے ״

سنہ ۱۹۰۳ء میں پندرہ روپیہ ״

سنہ ۱۹۰۴ء میں پندرہ روپیہ ״

سنہ ۱۹۰۵ء میں سولہ روپیہ چار آنے ״

سنہ ۱۹۰۶ء میں سولہ روپیہ ۱۴ر فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا۔

سنہ ۱۹۰۷ء میں سترہ روپیہ ۱۴ر "

سنہ ۱۹۰۸ء میں اٹھارہ روپیہ ۲ر "

اِس حساب سے اب تک کل منافع ایک سو نیتالیس روپیہ سات آنے

فیصدی تقسیم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی اس سے زیادہ منافع

تقسیم ہونیکی امید ہے کیونکہ اسٹیم پریس آگئے ہیں اور اب چھپائی میں کمپنی

کی لاگت بہت کم صرف ہوگی۔ اور آمدنی بہت زیادہ ہوگی۔ ایسے

موقع سے کل اہل ہند اور علی الخصوص مسلمانوں کو فائدہ اٹھانا

چاہیئے۔ اس سے بڑھکر نفع کا کام ہو نہیں سکتا۔

ایک حصہ صرف دس روپے کا ہے۔ مگر ہر شخص کو اختیار ہے

خواہ وہ کتنے ہی حصے خریدے۔ ایسی کثیر منافع تقسیم کرنے والی کمپنی

اگر آپ ہندوستان میں نکال دیں تو ہمارا ذمہ۔ کب تک روپیہ کو

بیکار سونے اور اینٹ پتھر کی صورت میں رکھیئے گا۔ اس سے زیادہ

فائدہ پہنچانے والی کمپنی آپ کو کہاں مل سکتی ہے۔ جہاں تک ہو بہت

جلدی کیجیے۔ کیونکہ اگر سب حصے فروخت ہوگئے تو پھر سخت پچھتانا

پڑے گا۔

اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء